پیام اسلام

یعنی

دو کامیاب لیکچروں کا اردو ترجمہ

جو

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

نے

جنوبی افریقہ میں مختلف یورپین جلسوں میں دیا

جسکو

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) نے

بماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۳ ہجری شائع کیا
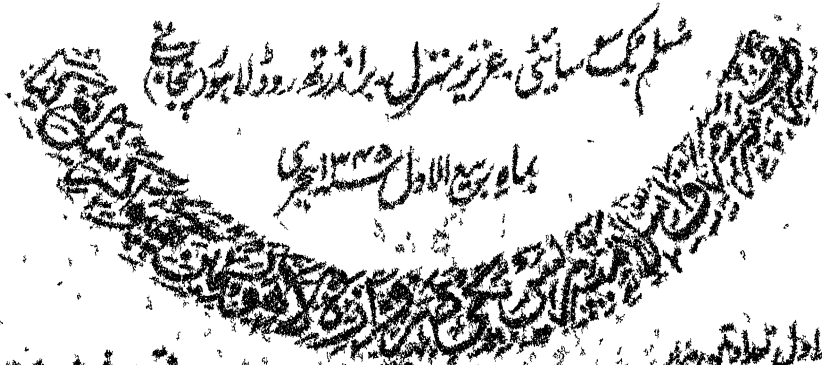
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مافی الضمیر

ایک ضروری اور قابل توجہ امر

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کس زبان سے ادا کروں۔ اُس نے محض اپنے فضل کرم سے
نوبی افریقہ کی مغربی اقوام تک پیغام اسلام پہنچانے کا موقع سب سے اول مجھے ہی دیا۔ یہاں
سلام کے خلاف پادری فوویر کے زہر آلود اثر کے ازالہ کے لئے مسلم اہل کیپ نے مجھے بلوایا تھا
سال گزشتہ کے اخیر انگلستان میں ایک نئی مذہبی تحریک بہ سرپرستی بشپ سالسبری پیدا ہوئی ہے
ہ چاہتے ہیں کہ کل دنیا اور خصوصاً اسلام کو نصرانیت کے رنگ میں رنگ دیں۔ علاوہ ازیں جو جو
فریقی قومیں ابھی تک طوق عیسائیت میں گرفتار نہیں ہوئیں انہیں مسیحی حکومت کے جوئے تلے لایا

جاتے لارڈ ہیڈلے بالقابہ بھی میری درخواست پر اس سفر میں میرے ہمراہ ہو گئے۔ مسلم بھائیوں نے افریقہ میں ہمارا خیر مقدم کیا۔ چند بڑے بڑے شہروں میں لارڈ موصوف میرے ہمراہ رہے لیکن وہ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکتے تھے میرے ساتھ آٹھ ہفتے رہ کر چلے گئے ورنہ اصل اسی قدر عرصہ کے لئے ہم یہاں آئے تھے لیکن اس تھوڑے سے قیام نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ میرا زیادہ قیام اس جگہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگرچہ ڈربن۔ جوہانسبرگ اور کیپ ٹاؤن جیسے شہروں میں علمی اخلاقی۔ باطنیات تمدنی وغیرہ مضامین پر مختلف اسلامی لیکچر ہوئے لیکن جو لیکچر پیغام اسلام کے نام سے ہر جگہ یورپین اقوام کو دیا گیا اس کا اُردو ترجمہ میں ان اوراق میں دیتا ہوں میں نے ہزاروں میل کا سفر ان چھ ماہ میں کیا یہاں کی بستیاں عموماً پچاس سے لے کر سوا اور ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر ایک دوسری سے جدا واقع ہوتی ہیں کبھی ہفتہ تو سو سو میل کا سفر روزانہ موٹر میں کر کے شام کو لیکچر دیا گیا ہے چالیس مقامات پر گیا ہوں گا لیکن یہ پیغام بیس شہروں میں یہاں کی مغربی اقوام کو دیا گیا دراصل انہیں کے لئے یہ جلسے تجویز ہوئے۔ باقی اُردو میں جو لیکچر مسلم بھائیوں کو دیئے گئے وہ اُن کی اصلاح کر کے میں دے کر وہ میں الگ چھاپ دوں گا +

پہلے چند ہفتوں میں تو یورپین اقوام کی طرف سے سرد مہری ہوئی ہندو مسلم حاضرین کی تعداد گو ہزاروں تک اکثر بڑے شہروں کے جلسوں میں ہوتی تھی لیکن یورپین صرف انگلیوں پر ہی گنے جا سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس سرد مہری کی برف نے بھی پگھلنا شروع کیا۔ اور وہ دن آ گئے جب جلسوں میں ہندوستانیوں سے کہیں زیادہ یورپین نظر آنے لگے بعض جگہ اُن کی تعداد کئی کئی سو تک پہنچ گئی۔ آخر کار اُن کے شوق میں بھی افزایش ہوئی بعض مقامات کے یورپین

پیغام اسلام سننے کی دعوت خود دینے لگے بعض جگہ انہیں کی خاطر مجھے دو بار جانا پڑا۔ اس وقت بھی متعدد مقامات کی دعوت انہیں کی طرف سے آئی ہوئی ہے لیکن ایک خاص **قومی ضرورت** مجھے ہندوستان واپس آنے پر مجبور کر رہی ہے میرا تو در اصل اب نہ کوئی وطن ہے نہ ملک بقول حضرت سیف اللہ خالد آں ملک ملک ماست کہ ملک خدا ماست۔ جہاں خدمت اسلام مجھے بلائے وہی میرا وطن و ملک ہے۔ دل تو چاہتا تھا کہ ہنوز چند ماہ یہاں اور رہوں۔ نیٹال اور ٹرنسوال کی مشہور یورپین بستیوں کو تو یہ پیغام پہنچا دیا گیا لیکن کیپ کا علاقہ سارے کا سارا ابھی باقی ہے مگر ایک مکرم دوست کا سخت گیر تقاضا مجھے اس کام کو ادھورا چھوڑ کر پنجاب بلا رہا ہے۔ اور اس محب کا کوئی ذاتی کام بھی اس تقاضے کا محرک نہیں بلکہ ایک اہم قومی کام ہے جس کی سرانجام دہی کے لئے وہ مکرم میری موجودگی کو اپنے ہاں ضروری سمجھ رہے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ کام کا سرانجام دینا تو ایک ذات پاک کے ہاتھ ہے۔ الا وہ وقت آگیا تھا جب یہاں کے یورپین صاحب اس ہیچمدان حقیر کو خیر مقدم کہنے کے لئے طیار ہوتے جاتے تھے چند ذی مقتدر مسلمان بھی ہوئے۔ لارڈ موصوف کی موجودگی میں صرف میرے تین لکچروں کے صدر یورپین ہوئے لیکن وہ لکچر بھی ادصوفیکل سوسائٹیوں کی سرپرستی میں باطنیات اور روحانیات اسلامی پر ہوئے ہاں بعد میں تو رنگ ہی بدل گیا جس جگہ یہ پیغام دیا گیا۔ وہاں کے میئر یا مجسٹریٹ یا یورپین بیرسٹر ہی صدر بنے۔

مجھے جس بات نے حیران کر دیا وہ یہ تھی کہ اس پیغام میں کھلے سے کھلے الفاظ میں مروجہ عیسائیت کو ایک مذہب مسروقہ بتلایا یعنی ایک حد تک اس لکچر میں میں نے ینابیع المسیحیت کا خلاصہ انہیں دیا۔ لیکن اس پر حیرت و استعجاب کے سوا کسی یورپین نے مخالفت نہ کی بلکہ اس انکشاف نے انہیں ایک طرف تو

عیسائیت پر نظرِ ثانی کرنے کا موقعہ دیا دوسری طرف اُن لوگوں میں اسلام کے لئے دلچسپی پیدا ہوگئی کیونکہ مختلف مقامات سے یورپین استدعا پر مجھے دوبارہ آنے کے پیغام آرہے ہیں خصوصاً ان پندرہ دنوں میں جب جارڈ ناکٹ میں جا چکا ہوں ان لیکچروں میں سب سے زیادہ حوصلہ افزا بات یہ ہوئی کہ پریسیڈنٹ اور شکریہ کا ووٹ تجویز کرنے والوں نے نہ صرف شکریہ ہی ادا کیا بلکہ اسلام کی خوبیوں کا اعتراف بھی کیا بعض تو یہاں تک کہہ گئے کہ جو تصویر اسلام کی لیکچرار نے اُن کے سامنے پیش کی اگر وہ اسلام کی اصل تصویر ہے تو وہ مسلمان ہیں۔ اسلام کو ایک صحیح مذہب اور اپنی خوبیوں اور اپنی تعلیم میں عیسویت جیسا مذہب تو قریب قریب ہر جگہ تسلیم کیا گیا خود ڈربن کے ایک مقتدر اخبار (نٹال اڈورٹائزر) نے آخر کہا کہ اسلام عیسائیت کی طرح ایک عُمدہ مذہب ہے اس سے زیادہ تو ہم کسی عیسائی سے توقع بھی نہیں کر سکتے۔

مجھے یہ نظر آتا ہے کہ یہ علاقہ یورپ سے کہیں جلد تر حلقہ بگوش اسلام ہوگا۔ اور میرے دل میں تو یہ بات یہاں تک گڑ گئی ہے کہ میں ہمیشہ دست بدعا ہوں کہ خدا تعالیٰ یہاں کام کرنے کا کوئی سامان میرے لئے پیدا کر دے۔ سامان سے میری مراد روپیہ پیسہ نہیں میرے راہ میں یہاں آنے کے لئے کوئی اور رکاوٹیں ہیں جن کے دور ہونے کے لئے میں دست بدعا ہوں یہاں آکر ایک اور بڑا کام جو میرے سامنے آگیا ہے اور اُسے بھی میں اللہ تعالےٰ کے خاص فضل میں سے سمجھتا ہوں وہ ایک خاص کتاب کے لکھنے کا خیال ہے جسے قرآن کریم کا انٹروڈکشن کہا

لے اس انگریزی لیکچر کو معہ حوالجات قرآنی چھاپ دیا گیا ہے جو ان سب یورپین بستیوں میں مفت تقسیم ہوگا۔

لے یہ بات مسٹر پوپلی نے مقام کمبرسن میں کہی وہ وہاں کے ایک بڑے دولتمند صاحب ہیں وہ کئی دفعہ وہاں کے میور رہ چکے ہیں۔

جا سکتا ہے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں کہ اعلیٰ سرکل میں ہماری تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی اس قسم کی کتاب کی تصنیف کھجاتی ہے بیشتر ازیں قرآن کریم مغرب میں پیش ہو چکا ہے یورپین مذاق کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کو مغربی اقوام سے معرفت کرانے کی از حد ضرورت ہے میرا کئی سال کا تجربہ مجھے اس بات پر لایا ہے یہ لوگ جن کتابوں کو خدا کی کتابیں سمجھے ہوئے ہیں یا جو انہوں نے مذہب کا نصب العین سمجھ رکھا ہے جس قرآن و اسلام بالکل جداگانہ ہے۔ اس لئے قرآن کو کھولتے ہی سے وہ اجنبی کتاب پاتے ہیں اور اس سے کچھ گھبرا بھی جاتے ہیں اس میں نہ وہ داستانیں اور قصے یہ لوگ پاتے ہیں جس کے وہ عادی ہیں اس میں نہ رسمیات اور پوجا پاٹ کی آیات یا رجائیں وہ دیکھتے ہیں۔ نہ خطبے اور وعظ کے رنگ کی تقریریں اس میں یہ سب کچھ بموقعہ بہ موقعہ ہے اور اس سے زیادہ بھی لیکن قرآنی ترتیب تو اسی طرز ربانی ترتیب ہے یہ وہ ترتیب ہے جو صحیفہ قدرت کی اشیاء مختلف میں ہی نظر آتی ہے اور اس کا اندازہ انسانی اندازہ سے جداگانہ ہے۔ اسے حکیمانہ نگاہ ہی دیکھ سکتی ہے اسی لئے اہل علم کے علاوہ غیر مسلموں میں بہت کم عامی لوگ قرآن سے فیضیاب ہوتے ہیں تعجب ہے کہ زبان انگریزی میں میری جمع کردہ چند حدیثیں یورپ میں قرآن کے مقابل زیادہ دلکش ثابت ہوئی ہیں۔ اس کا باعث شاید یہ ہے کہ اقوال مصطفویؐ نے قرآن کو مختلف عنوان سے جدا جدا کھول دیا ہے ؂

الغرض میں نے ارادہ کیا ہے کہ ہندوستان پہنچتے ہی ایک کتاب کو لکھنا شروع کروں جس میں قرآن کریم کی ضرورت اور اس کے اسالیب خاصہ پر بحث کرنے کے علاوہ اس کے مضامین کی جداگانہ عنوانوں تلے تقسیم ہو اور آیات قرآنی کو اسی طریق پر یکجا جمع

کیا جائے۔ انسان کے متعلق قرآن کا نصب العین کائنات میں انسان کا مقام خلافت الٰہیہ اور اس کے حصول کے ذرائع۔ روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ اقتصادی سیاسی تعلیمات تزکیہ و اصلاح نفس کی راہیں۔ ایک حیوان بشکل انسان کا ربانی اخلاق سے متخلق ہونا۔ انسان کے کمالات اور اُس کے نقص اس زمانہ کی مشکلات اور اخلاقی بدعنوانیاں اور اُن کا قرآنی حل بعض صداقتہائے ملّیہ (مسئلہ ہستی باری تعالیٰ۔ ملائکہ۔ رسالت حشر نشر مسئلہ خیر و شر) کا عقلی اور حکیمانہ ثبوت جس سے دیگر مشہورہ کتب الٰہیہ کا معرا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان مضامین پر ایک ترتیب خاصہ کے ساتھ جدا جدا بحث ہو اور ہر ایک امر کے لئے قرآن کی آیات کو مقام مختلف سے یکجا جمع کر دیا جائے۔ گویا یہ کتاب ایک اجنبی کے سامنے ایک قسم کا آئی نقشہ قرآن بحیثیت مجموعی رکھ دے جسے دیکھ کر اُس کے لئے فہم قرآن اور اُس سے مستفید ہونا آسان ہو جائے۔ اس کتاب کا ایک مختصر سے مختصر خاکہ یہ میں لکھ بھی رہا ہوں۔ اگرچہ سیکڑوں باتیں اس میں موجود نہیں کیونکہ وقت تھوڑا ہوتا ہے یورپین اصحاب کے علاوہ ہزار در ہزار ایسے مسلم اصحاب ہیں جنہیں اس کتاب کی خود ضرورت ہے +

اس کتاب کا نام **آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر** ہوگا۔ جناب مسیح نے اس بادشاہت کے زمین پر آنے کی دعا کی تھی اور یہ دعا اب بھی عیسائی ہر روز مانگتے ہیں۔ اس کتاب میں دکھلایا جائے گا کہ وہ بادشاہت آنحضرت صلعم کی طفیل زمین پر آگئی۔ اور قرآن کریم اس بادشاہت کے لئے بطور چارٹر نازل ہوا اس کتاب کی تصنیف تو خاص افضال الٰہی چاہتی تھی لیکن میں چند دنوں سے اس نگاہ کے ساتھ

بغرض بالا قرآن کریم کو دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ساتھ نوٹ بھی لیتا جاتا ہوں قرآن کا ایک دور ختم ہوچکا ہے۔ اب دوسرا جاری ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ مشکل راہ آہستہ آہستہ مجھ پر کھلتی جاتی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ قرآن کا تیسرا دور ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ مجھے اس کتاب کے لکھنے کے قابل کر دے گا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

اس کتاب کے ساتھ قرآن مجید کا متن ترجمہ معہ تفسیر ضروری بھی ملحق کر دیا جائے گا۔ یہ کتاب انگریزی اردو دونوں زبانوں میں چھپے گی۔ ضرورت ہوئی تو شاید فارسی میں بھی کرا دی جائے اس کتاب کا بھی زیادہ حصہ میں مغربی اقوام میں مفت یا برائے نام قیمت پر تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ میری کتاب **دی آئی ڈیل پرفٹ** کی مفت یا برائے نام قیمت پر اشاعت نے ہمارے مشن کو از حد نفع دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب بھی ہر بڑی لائبریری میں جائے غیر اقوام کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ اسلامی لٹریچر خریدے یہ تو ہماری غرض ہے کہ ہم ان کو اسلامی لٹریچر پڑھائیں میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی کم از کم بیس ہزار کاپیاں بزبان انگریزی شائع ہوں۔ نصف مفت تقسیم ہوں اور باقی برائے نام قیمت پر فروخت ہو جائیں یہ کتاب معہ تفسیر و ترجمہ قرآن شاید چھ سات سو صفحے کی ہو جائے جس کی لاگت بشرطیکہ کثرت سے چھپے۔ پانچ چھ شلنگ فی کاپی ہو سکتی ہے ۔

میں تہ دل سے مسلم برادران جنوبی افریقہ کا مشکور ہوں اُن کی حوصلہ افزائی نے میرے لئے اس کتاب کو لکھ کر جلدی شائع کر دینا آسان کر دیا۔ اُن کی مالی امداد نے مجھے اس قابل کر دیا ہے۔ کہ یہ کتاب لکھنے پر ہی پریس میں چلی جائے۔ ان بھائیوں

کی امداد سے میں اس کتاب کی کم ازکم پانچ ہزار کاپیاں تو آسانی سے مفت تقسیم کرسکونگا چنانچہ اس کام کے لئے روپیہ جمع ہو کر انگلستان مسلم لٹریری ٹرسٹ فنڈ ووکنگ کے پاس بھیج دیا گیا ہے اور اس روپیہ کا حساب ہُل کا کُل اسلامک ریویو میں ساتھ ساتھ چھپے گا۔ میں نے یہاں کی آمد و خرچ کا حساب بھی بناکر ٹرسٹ مذکور کو بھیج دیا ہے آئندہ بھی جس طرح روپیہ خرچ ہوگا وہ بھی اسلامک ریویو میں ساتھ ساتھ چھپتا جائے گا اگر اور مسلم بھائی بھی حسب دستور میری مدد کریں تو میں تو اُن کا بے مزد خادم ہوں میرا صلہ یہ ہے کہ کتاب کثرت سے پھیل جائے جو بھائی اس کتاب کی مفت تقسیم میں شریک نہ ہوسکیں وہ اپنے لئے اردو یا انگریزی میں اس کتاب کا ایک آدھ نسخہ خرید لیں یہ بھی مدد ہے۔ اُن کے لئے بھی اس کتاب کی قیمت آسان کر دیتا ہوں وہ آٹھ دس شلنگ یعنی چھ سات روپیہ کے قریب ہوگی۔ وہ خود اندازہ کرلیں کہ یہ قیمت اس مفید اور ضخیم کتاب کے مقابل کس قدر تھوڑی ہے یہ تو صرف لاگت ہی لاگت ہے اور میرے لئے یہ امر آسان ہے کیونکہ میرا حق الخدمت رضاء مولا ہے وہ خرچ پر اضافہ نہ ہوگا میرا یہی طریق ہے اور خدا تعالیٰ آیندہ بھی مجھے اس پر قایم رکھے جو کچھ بھی میری تصانیف کی قیمت میرے پاس آتی ہے وہ اسی مد میں خرچ کی جاتی ہے جس قدر امداد یا خریداری

سلہ افریقہ آنے سے چند ماہ پہلے میں نے یہ ٹرسٹ قایم کیا اس کے پریسیڈنٹ لارڈ ہیڈلے بالقابہٗ اور اس کے ایک ممبر سر عباس علی صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل مقیم انگلستان ہیں اسی ٹرسٹ نے میری کتاب آئی ڈی ایل پرافٹ اور چند اور کتابیں شایع کیں + خواجہ کمال الدین

اس کتاب کی ہوگی وہ اسی کتاب کی اشاعت میں جائے گی اور اہ۔ آمد اور اس کے خرچ کا تفصیلی ٹرسٹ منعقد ہوا ہوگا کوئی مشکل امر نہیں قوم کی ایک اوسط توجہ اس ہماری مسلم لٹریچر ٹرسٹ فنڈ کو اس قابل کر سکتی ہے کہ وہ اس کتاب کے پچاس ہزار نسخے چھاپ کر اس کا بہت سا حصہ مفت تقسیم کر دے مسلم بھائی ہمیشہ مونے کے ثواب روح کے لئے قرآن کریم کی کاپیاں خرید کر تقسیم کیا کرتے ہیں۔ اور بدقسمتی سے وہ کاپیاں بعض وقت نااہل ہاتھوں میں جاکر بازار میں پھر فروخت کیلئے آجاتی ہیں میں ایسے اصحاب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ یہاں سے گئے ہوئے عزیزوں کے روحانی فائدہ کے لئے اس کتاب کے متعدد نسخے خرید کر غیر مسلموں میں تقسیم کریں اس سے انہیں دہرا ثواب ہوگا۔ ان کی غرض تو آمتعلق مونے کی بھی پوری ہو جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے فرض اشاعت اسلام کو ادا کر کے اپنے لئے ذخیرہ اخروی بھی حاصل کر لیا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جس کے پاس یہ عرضداشت پہنچے اگر وہ پسند کرے تو اپنی امداد یا ارادہ خریداری سے مجھے اطلاع دے اور اپنا اسم گرامی رجسٹر کرائے قیمت بصورت خریداری پیشگی ہو۔ یہ کتاب پریس میں تو ساتھ کے ساتھ بغرض کمپوزیشن چلی جائے گی کیونکہ یہی بڑا کام ہوتا ہے جو وقت چاہتا ہے والا کمپوز ہونے کے بعد کتاب کا چھپنا تو تھوڑی مدت لیتا ہے البتہ اس کا چھپنا اگر اللہ کو منظور ہو تو آغاز سال نو میں ہوگا۔ لیکن ہمیں اسی وقت علم ہونا چاہیے۔ کہ کس قدر نسخے ہم چھاپیں جس قدر نسخے زیادہ ہوں گے۔ اسی قدر لاگت میں کمی ہوگی اس لئے میں پھر بتاکید عرض کرتا ہوں کہ جس قدر جلد ہو۔ ہمارے معاونین ہمیں اطلاع

بخشیں۔ اس کے متعلق کل خط و کتابت خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم ووکنگ مشن
لاہور سے ہو۔ والسلام

بمقام جوہانسبرگ جنوبی افریقہ
بمکان سیٹھ حبیب موتن صاحب
مورخہ ۳۱۔ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء

خواجہ کمال الدین

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

معزز چیرمین - خواتین اور معزز صاحبان

تیرہ سو برس ہوئے جب اسلام آیا۔ اور اس کا آنا کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس سے پہلے کوئی قوم یا کوئی ملک ایسا نہ تھا۔ جہاں کسی نہ کسی شکل میں خدا کا مذہب نہ آیا ہو۔ مذہب تو اس دن انسان کو ملا جب ابو البشر پیدا ہوئے۔ ابو البشر کے لئے اُن کے

مسکن میں ساری ضروریات مہیا کی گئیں۔ اشیاء موجودہ کے متعلق انہیں ہدایت دی گئی کہ فلاں چیز تو استعمال نہ کرنا۔ باقی جو چاہو استعمال کرلو۔ آج بھی حقیقی تمدن و تہذیب کی بنا اسی قسم کے امر و نہی کے لحاظ سے وابستہ ہے چند چیزوں سے ہمیں لازماً رکنا ہوگا اگر ہم رک جائیں تو باقی کل کی کل چیزیں ہمارے راحت و آرام کا موجب ہو جاتی ہیں لیکن حدود مقررہ سے لاپروا ہو کر جب ہم منہیات کی طرف جھکے۔ ہم آرام و آسائش کی حالت کھو بیٹھے[۱]۔ الغرض ابوالبشر ہر قسم کی راحت میں تھے[۲]۔ مرور ایام نے انہیں بعض باتیں بھلا دیں۔ ان کا ارادہ عدول حکمی کا تو نہ تھا وہ بھول کر[۳] اس چیز کے قریب ہو گئے جس سے وہ روکے گئے تھے اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہماری غفلتوں سے پیدا ہو جاتا ہے۔ لباس راحت تو اتر گیا اور تکلیف و مصیبت نے اپنا ظہور کیا اب ہجوم و ہموم نے ابوالبشر کو آپکڑا۔ وہ روئے اور تائب ہوئے۔ تواب الرحیم نے آپ کی توبہ قبول فرما لے۔ تجدید ہدایت کی اور یہ بھی وعدہ فرمایا۔ کہ وقتاً فوقتاً تمہاری اولاد کو راہ راست پر رکھنے کے لئے ہماری طرف سے ہدایت نامے آتے رہیں گے پھر جو کوئی اس ہدایت پر کاربند ہوگا وہ غم اور خوف سے نجات پالے گا[۴]۔

---

[۱] فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (سورہ بقرہ آیت ۳۶) شیطان نے آدم و حوا کو اس حالت (آسایش) سے جس میں تھے نکالا [۲] وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا جو چاہو کثرت سے کھاؤ پیو (آیت ۳۵) [۳] فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ آدم بھول گیا والا ہم نے اس میں کوئی عدول حکمی کا ارادہ نہیں دیکھا (سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۵) [۴] فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ سورہ بقرہ آیت ۳۸) یقیناً ہماری (خدا) کی طرف سے ہدایت آئیگی جو کوئی ہماری ہدایت پر چلے گا

حضرت آدمؑ کی اولاد بڑھی اور پھیلی۔ وہ زمین کے مختلف حصص میں چلے گئے جس سے مختلف قومیں اور ملک پیدا ہو گئے۔ ان سب کی ہدایات کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہر ملک و قوم کو وقتاً فوقتاً ہدایت لانے والے عطا فرمائے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم و نسل مذہب و کتاب اللہ سے خالی نہیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کسی خاص قوم کا کونسا حق مخصوصہ اللہ تعالےٰ پر ہے کہ اُسے تو ہدایت ربی ملے اور دوسرے محروم رہیں۔ بات تو سیدھی تھی لیکن انسان کی تنگدلی اور خود پسندی رحمت الٰہیہ کی اس وسعت سے منکر ہو گئی۔ ہر ایک قوم نے یہی فرض کر لیا۔ کہ وہی اس رحمت ہدٰیت کی مورد ہوئی۔ اور دوسرے اس سے بے بہرہ رہے۔ آج اس روشنی کے زمانہ میں بھی ہمارا یہی حال ہے ہم اپنے مذہب کو تو خدا کا مذہب مانتے ہیں اور دوسروں کے مذاہب کو اصلیتاً بھی منجانب اللہ نہیں مانتے۔ اس تنگ دلی نے فساد اور تنازعات پیدا کر دیئے اور ابو البشر کی اولاد ایک دوسرے کو نفرت و حقارت سے دیکھنے لگ گئی اس وقت بھی ان آئے دن کی جنگوں اور قومی تعصبات کی تہ میں یہی مذہبی نقار جاگزین ہے۔ کوئی غور نہیں کرتا کہ جس رب العالمین نے جسمانی پرورش کے سامان مہیا کرنے میں کسی کی طرفداری نہ کی۔ اور ہر ایک کو مایحتاج عطا فرمایا وہ پرورش روح میں کسی خاص قوم کی کیوں رعایت کرے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ پر انسان کا حق ہے[۱] کہ جہاں وہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اُس کی رہنمائی کرے۔ مذہب تو قوائے انسانی کی آبیاری

---

[۱] وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ (سورہ نحل آیت ۹) یہ اللہ پر ہے کہ وہ صحیح راستہ دکھلائے۔

کے لیئے آتا ہے جب کل کے کل قوائے انسانی میں ہر جگہ مساوات ہے تو کیوں بعض افراد انسانی مذہب حصہ سے محروم کیئے جائیں۔ بہر حال صدیوں تک انسان کو اس صاف و بین نتیجہ پر تنگ دلی اور قومی تعصبات نے نہ آنے دیا۔ آخر اسلام آیا اور اس نے اعلان کیا کہ خدا تعالےٰ رب القوم نہیں وہ رب العالمین ہے۔ اُس کی نگاہ میں ہر ایک برابر ہے۔ مذہب اگر تربیت روح کے لیئے آتا ہے تو اُس نے ہر قوم کو مذہب دیا ہے ہر جگہ نبی اور رسول آئے۔ ہر قوم کے پاس خدا کی طرف سے ڈرانے والے پہنچے۔ قرآن نے نہ صرف اسی قدر کہا بلکہ یہ بھی اعلان کیا کہ سب کے سب رسول ایک ہی پیغام لائے ایک ہی قسم کے مذہبی صداقتوں کے معلم ہوئے۔ ایک ہی رستہ سب کی ہدایت کے لیئے دکھلا گئے۔

اسلام سے پہلے خدا کے رسول ربانی صداقتیں تو لائے لیکن کلام الٰہی کی حفاظت کا کوئی صحیح ذریعہ اُن کے زمانہ میں موجود نہ تھا۔ انسانی حافظہ ہی الہام الٰہی کا محافظ بنا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کا حافظہ قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔ لوگ خدا کے کلام کو بھولتے گئے۔ اُس میں تحریف و تبدیلی ہوتی رہی حتّٰی کہ حضرت ختمیت مآب کا زمانہ آگیا۔ اُس وقت خدا کی ایک کتاب بھی اپنی اصلی شکل و صورت میں قایم نہ تھی کوئی صحیفہ الٰہی انسانی دستبرد سے بچا ہوا نہ تھا۔ حتّٰی کہ وہ کتابیں بھی مثلاً وید وغیرہ جن کی اصلیت پر اُن کے ماننے والے زور دیتے ہیں ظہور اسلام پر قابل فہم نہ رہیں۔

---

۵ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ ہر ایک قوم کے لئے ہادی آیا (سورہ الرعد آیۃ ۸) ولکل امۃ رسول۔ ہر ایک امت کے لئے رسول آیا (سورہ یونس۔ آیت ۴۷)

اُن کی زبانیں ظہور اسلام پر مر گئیں جس سے اُن کے صحیح معنی سمجھنے مشکل ہو گئے اس لئے جس نے جو چاہا اُن کے معنی کر دیئے۔ آج بھی وید کے ماننے والے اُس کے معنی کرنے میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں +

وہ رب العالمین جس نے ہماری روحانی تربیت کے لئے اول سے کتابیں بھیجیں کیا وہ دوبارہ انسان کو بھول سکتا تھا جب ہدایت الٰہیہ کی کتب کا حال یہ ہو جائے۔ ہماری کتاب پاک یعنی قرآن مجید اپنی ضرورت کے ثبوت میں ایک یہ دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (سورۃ بقرۃ آیت ۱۰۶) ترجمہ جب ہم اپنی کوئی نشانی یا آیت زیر نسخ لے آتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُس جیسی اور چیز لے آتے ہیں۔ اس دلیل پر کل کائنات شہادت دیتی ہے ہمارے نفع کی کوئی بھی ایسی چیز ہمیں نظر نہیں آتی کہ جس کے گم یا بے مصرف ہو جانے پر ویسی یا اُس سے بہتر ایک اور چیز پیدا نہ ہو جائے اگر کتب الٰہیہ بھی نفع انسانی کے لئے ہی آئی تھیں تو اُن کے گم ہو جانے یا محرف و مبدل ہو جانے یا اُن کی زبان کے مر جانے سے اُن کے معانی کے ناقابل فہم ہو جانے پر کیوں نئی کتاب نہ آتے۔ لہذا یہ بدیہہ امر ہے کہ اگر خدا کی طرف سے صحیفہ ہدایت کا ہونا ضروری ہے تو پھر یا تو پہلی کتب میں سے کوئی کتاب اپنی اصلی شکل و صورت میں ہم تک پہنچے یا اُس کی جگہ کوئی نئی کتاب آئے۔ بات صاف ہے لیکن قومی جنبہ داری عقل پر پردہ ڈالتی ہے +

اس امر کے علاوہ ظہور اسلام سے پہلے کا زمانہ خود ایک نبی کا ظہور چاہتا تھا
تاریخ مذہب ہمیں بتلاتی ہے کہ گناہ کے پھیل جانے پر ہی نبی آیا کرتے ہیں۔ ہندو
فلسفہ مذہب بھی یہی کہتا ہے کہ گناہ کے پھیلنے پر ہی وشنو اُتار لیا کرتے ہیں۔ خود
جناب موسیٰؑ اور جناب عیسیٰؑ کا ظہور بھی یہی بتلاتا ہے۔ حالانکہ اُن کے آنے کے وقت
اُن کی قوموں کا جو حال تھا۔ وہ ایسا بُرا نہ تھا جیسے ظہور اسلام پر دنیا کا نقشہ ہو رہا تھا۔
جناب موسیٰؑ اسرائیلیوں کو فرعون کے ظلم سے بچانے اور ان کو ایک مہذب قوم بنانے
آئے۔ جناب عیسیٰؑ کے وقت اُن کی اپنی قوم نہ تو کتب الٰہیہ سے خالی تھی نہ شریعت سے
بے بہرہ۔ ہاں وہ لوگ حقیقت کو چھوڑ کر الفاظ پرست ہو گئے تھے۔ انہوں نے مذہب کو
چند رسمیات تک محدود کر رکھا تھا۔ وہ عیاش۔ ظالم طبع اور کینہ ور تھے اور بس لیکن
نبی آخر الزمانؐ کا زمانہ کیا تھا۔ ایک قیامت تھی ایک مجسم شیطنت تھی وہ زمانہ اپنی تاریکی
ظلمت۔ بدی اور گناہ میں کل سابقہ زمانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اخلاقاً عملاً اور روحانی طور
پر ایک قسم کی کال سوت کل دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ بُرے عقاید اور اُن کی پیروی میں ذمیمہ
افعال نے انسان کی رُوح کا خون کر رکھا تھا۔ تمام مذاہب اپنے نیک تاثرات کو کھو چلے
تھے۔ خدا کی کتب نابود تھیں نہ صرف نیکی ہی مفقود تھی۔ بلکہ گندے سے گندے افعال
خدا کے نام پر خدا کے گھروں میں بطور اعمال حسنہ کئے جاتے تھے۔ اور اس امر میں
اُس **قدوس** کی خوشی سمجھی جاتی تھی۔ مشرق مغرب میں سیہ کاری کا ایک طوفان برپا
تھا۔ بالفاظ قرآن نہ خشکی نہ تری[1] جہاں کہیں انسانی بستی تھی وہ معصیت کی شکار تھی۔

---

[1] ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سورہ الروم آیت ۴۱) اس وقت خشکی تری کل علاقوں میں گناہ و بدی کا فساد پھیلا ہوا تھا

یورپ کے توبہ خانوں میں جو گناہ بخشوانے جاتی تھیں وہ اور گناہ کر کے باہر آتی تھیں۔ اگر ایران میں مزدکی مذہب نے شادی شدہ بی بی کو جائداد مشترک کر رکھا تھا تو ہند میں پرانک زمانے سے ہر معلم مذہب کو یہ حق دے رکھا تھا کہ وہ جس بی بی سے چاہے حسب ضرورت تعلق پیدا کرے۔ اس وقت کی ہندی عورتیں اسے ایک امر سعادت سمجھتی تھیں۔ کتخدائی پر نو عروس کا پہلا ہفتہ کسی مہاتما کے ہاں گزارنا شادی کے بابرکت ہونے کا موجب قرار دیا گیا تھا[ع] اُس وقت یورپ نے اگر خواہشات بد کے ولی او سینٹ تجویز کر لئے تھے۔ تو ہندوستان تمام جذبات حیوانیہ کے دیوی دیوتا کی پوجا کر رہا تھا[ل] ان سب ممالک کے مقابل عرب کل روئے زمین پر ایک سیاہ سے سیاہ دھبہ تھا۔ اس کا نمبر بدی میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ حرامکاری۔ زناکاری۔ دختر کشی۔ شراب خوری۔ قمار بازی۔ لوٹ مار وغیرہ اُس وقت کے عربوں کا مایۂ ناز تھیں۔ شادی کردہ عورتیں۔ غیروں کی آشنائی پر فخر کیا کرتی تھیں بغض و کینہ کا یہ حال تھا کہ دشمنوں کے خون میں کپڑوں کو رنگ کر پہننا اور مقتول دشمنوں کے دل و جگر کا ہار گلے میں ڈالنا اُس زمانہ کی بیبیوں کی زیب و زینت تھی اور اقوام میں تو خدا کے نبی اور کتب ربانی وقتاً فوقتاً آئی بھی تھیں۔ لیکن یہ لوگ ہر معنوں میں اُمی کے اُمی تھے نہ تعلیم مذہب سے انہیں لگاؤ نہ کسی

لہ قرآن نے کیا مختصر الفاظ میں اُس زمانہ کی عبادات کا نقشہ دو لفظوں میں کھینچ دیا۔ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ (سورہ نحل آیت ۶۳) اعمال تو ان کے گندے سے گندے تھے۔ لیکن شیطان نے اُن کی نگاہ میں ان اعمال کو خوبصورت کر دکھلایا تھا۔ عہ بمبئی کے بھاٹیہ اسی زمانہ کا بقیہ ہیں ۱۲

الہامی مذہب سے تعلق۔ بُت پرستی عرب میں اپنے کمال پر پہنچ چکی تھی۔ جو خوبصورت یا الی شکل کا پتھر بھی کہیں پڑا ہوا کسی کو نظر آیا۔ وہ اُس کا خدا بن گیا +

آنحضرتؐ کی بعثت | جہاں کسی جگہ پر کوئی مذہب حقہ باقی رہ گیا تھا وہ بھی ایک ارزل حالت تک پہنچا ہوا تھا۔ بعض مذہب تو صرف مجموعہ رسمیات تھے مثلاً اُس وقت کا جودی اور ویدک مذہب لیکن زیادہ تر زمانہ کفارہ پرست تھا۔ مغربی ممالک نے حقیقی تعلیم مسیح کو چھوڑ کر مشرق سے مذہب کفارہ لے لیا تھا۔ مذہب کفارہ یا بالفاظ دیگر کسی ابن اللہ کا نازل ہو کر انسان کے گناہ کی پاداش میں جان دے دینا اور اس طرح انسان کو سزا گناہ سے بچا کر اُسے ابدی زندگی کا وارث بنا دینا جناب مسیح کا تو تعلیم کردہ نہ تھا عیسائی دنیا میں یہ عقاید پالوس اور اُس کے متبعین لائے لیکن یہ مذہب خود پولوس کا تجویز کردہ یا تعلیم دادہ نہ تھا اُس نے دوسروں کی نقل کی ولادت مسیح پر اُن کے مقامِ ولادت کے اردگرد ہر ایک ملک میں یہ مذہب دائر و سائر تھا۔ ایران[1]۔ بابل۔ سیریا۔ فرجیا۔ مصر۔ یونان۔ روما۔ انگلینڈ اور ہزاروں میل دور میکسیکو (امریکہ) تک میں بھی یہی مذہب مختلف ناموں تلے رائج تھا ہر ایک ملک اُس وقت ایک نہ ایک ابن اللہ کی پرستش کر رہا تھا جن کے نام حسب ترتیب مندرجہ بالا متھرا۔ بعل۔ ایڈونس۔ اطیس۔ ہورس۔ اوسیرس۔ بیکس۔ آپالو۔ اور کوئٹزل کوٹل تھے۔ یہ سب کے سب مفروضہ خدا کے بیٹے مسیح کی طرح ۲۵۔ یا ۲۶۔ دسمبر کو رات کے ایک بجتے ہی پیدا ہونے مانے گئے تھے

---

[1] تفصیل اور مستند حوالجات کے لئے دیکھو کتاب ینابیع المسیحیت مصنفہ خواجہ صاحب عزیز منزل لاہور ۱۲

ان کی پیدائش کا مقام بھی ایک گنبد نما جگہ ہی تھی[۱]۔ یہ سب ابن اللہ کنواریوں کے پیٹ سے ہی پیدا ہوئے تسلیم کیے گئے تھے۔ ان میں بعض کا پہلا معجزہ بھی شراب سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ یہ امن اور نرمی کے ساتھ ہی اپنے مذہب کی تلقین کرتے تھے۔ ان میں سے بعض کے شاگرد بھی بارہ ہی تھے بعض (مثلاً متھرا اور پالو) کو بچھڑے کی تصویر میں بھی دکھلایا جاتا تھا۔ یہ سب کے سب حسب عقیدہ مشہورہ اسی غرض سے آئے کہ انسان کو گناہ کی سزا سے اپنے خون کے ذریعہ نجات دلا دیں۔ چنانچہ یہ سب کے سب مقتول یا مذبوح یا مصلوب ہوئے۔ موت کا دن بھی وہی ایسٹر سنڈے سے پہلے کا جمعہ۔ یہ مصلوب خدا قبر میں یا صندوق میں ڈالے گئے سب کے سب دو دن وہاں رہے پھر اتوار (ایسٹر سنڈے) کو قبر سے نکلے اور آسمان کو چلے گئے۔ اُن مذاہب میں لوگ بپتسمہ کے ذریعہ ہی داخل ہوتے تھے اور عشاء ربانی میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ان کے پرستاران کی پرستش اتوار کو ہی کرتے تھے۔ اُن کے بھی دو بڑے تیوہار ایک پچیس دسمبر کو اور ایک ایسٹر سنڈے کو ہوا کرتے تھے۔ ان کے نام بھی منجی۔ شفیع۔ گناہ کی قیمت وغیرہ تھے۔ ان میں سے بکس نے تو یہ بھی کہا کہ میں الفا اور اومیگا دنیا کا ہوں[۲]۔

۱؎ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ہماری کتاب ینابیع المسیحیت کی اشاعت پر عام طور سے انگلستان میں تسلیم کیا جا رہا ہے کہ مسیح نہ اس تاریخ کو پیدا ہوئے اور نہ تاریخ مشہور پر مصلوب ہوئے نہ ایسٹر سنڈے کو قبر سے اٹھے یہ پرانی تاریخیں مذہب کفریات سے عیسائیوں نے لے لیں۔ میرے پاس تحریریں آ چکی ہیں ۱۲ منہ

۲؎ عیسائی احباب خدا کے لئے غور کریں کہ یہ کل کا کل نقشہ جو ان سطور بالا میں قدیمی مذاہب کفریات کا دیا گیا ہے کیا یہ ہوبہو نقشہ مروجہ عیسائیت کا نہیں اور اگر ہے تو پھر کیوں یہ نہ مانا جائے کہ پولوس اور اس کے متبعین نے عیسائیت کو کفار یورپ سیریا فلسطین و مصر میں الخ اور ہر دلعزیز کرنے کے لئے تعلیم مسیح کو تو چھوڑ دیا اور کفار ہی کا کل کا کل مذہب لے کر اس کا نام عیسائیت رکھ دیا فرق ہے تو صرف اس قدر کہ قدیمی ابنا راللہ کی جگہ مسیح کا نام اور قدیمی کنواریوں کی جگہ مریم کا نام لیا گیا۔ باقی تو لفظاً لفظاً پرانا ہی مذہب ہے۔

اُس زمانہ کے خدا کا مفہوم بھی بہت ہی ہولناک تھا وہ جب تک خون کی ندیاں بہتی نہ دیکھے اُس کے لئے گناہ معاف کرنا محالات سے تھا۔ اسرائیلی خدا بھی غضبناک دشمنان اسرائیل کو تلوار کے گھاٹ اُتارنے والا۔ اُن کے بچوں ضعیفوں عورتوں بلکہ حیوانوں تک کو ہلاک کرانے والا نظر آتا ہے۔ اپنی شریعت کے منوانے میں نہایت سخت گیر ہے۔ الغرض ایک ہیبت ناک خدا ہے۔ ہندوستان میں آج بھی کالی ماتا کے آگے بھینسوں کا ذبح ہونا اُسی خون پسند خدا کے خط وخال کا بقیہ ہے۔ جناب مسیحؑ نے ضرور ایک محبت والا خدا دنیا کے آگے پیش کیا۔ اور بتلایا کہ انسان سے اس کا تعلق باپ بیٹے کا ہے لیکن اُن کے پیروں نے اُس خوبصورت نقشہ پر بھی داغ لگا دیا۔ آخر اُسی خدا نے یہی پسند کیا کہ اُس کے بدکردار بچوں کی نجات میں اُس کا پیارا بیٹا ذبح کیا جائے۔

کل کی کل دنیا کی یہ حالت تھی جب اسلام نمودار ہوا گویا اخلاقی علمی عملی روحانی ہر قسم کی موت جیسے کہ میں کہہ چکا ہوں تمام نسل انسانیت پر حاوی ہو چکی تھی۔ لیکن کیا وہ حی وقیوم خدا اس موت کو گوارا کر سکتا تھا سابقہ انبیا تو ہمیشہ بدی کے پھیلنے پر بدی کو مٹانے آیا کرتے تھے اور یہ وہ بات ہے کہ جس کی تصدیق دنیا کی تاریخ مذہب کرتی ہے تو کیا ایسے تاریک وقت پر کسی نبی کے ظہور کی ضرورت نہ تھی۔ یہ تو وہ وقت تھا جب درجن بھر انبیا کے پیدا ہونے کی ضرورت تھی جو ہر مردہ قوم کو زندہ کرنے آتے۔ ہاں یا ایک ایسا عظیم الشان نبی آئے جس کی تعلیم کل کی کل دنیا میں از سر نو

جان ڈال دے +

مذہب کی ایک غرض اتحاد بھی ہوتی ہے اور چونکہ وہ دن اُس وقت خدا کے
نزدیک قریب ہو چکے تھے جب دنیا کے مختلف ممالک میں تعلقات یکجہتی پیدا ہو جانے
تھے اور ایک قوم دوسری قوم سے ہم رشتہ ہونے والی تھی اس لئے مصلحت ربی نے
یہی پسند کیا کہ عرب میں جو اُس وقت کی معلومہ دنیا میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا اور جو
کل دنیا کے مقابل سب سے زیادہ موت ظلمت کے تلے تھا وہ انسان کامل پیدا ہو جس کی
تعلیم و ہدایت زندگی کی نئی لہر کل دنیا میں پیدا کر دے۔ اب وہ انسان سیدنا محمدؐ تھے
یا نہ تھے۔ اس بات کو سردست آپ چھوڑ دیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ بعثتِ نبویؐ کے بعد
کل کی کل مُردہ دنیا ایک صدی کے اندر زندہ ہوئی یا نہ ہوئی اگر ہوئی تو پھر اس کا موجب
ہونے والا کون ہے۔ اسلام ایک بجلی کی طرح افق عرب سے چمکا۔ اور آناً فاناً ہر ملک کی اُفق کو
منور کر گیا ایک بیس سال کے اندر عرب ہر قسم کی بدیوں اور معصیتوں سے پاک ہو گیا
صدیوں کی بت پرستی برسوں میں ختم ہو گئی۔ زمانہ کے مشرک دنیا کو توحید سکھلانے
نکلے اور دنیا کے ایک بھاری حصہ کو شرک سے پاک کر دیا۔ جو دنیا کے اشرار
تھے وہ سید المتقین! اور وقت کے اجہل وُہ امی کل نسل انسانی کے معلّم ہو گئے۔ دنیا
میں تمدن و تہذیب کا نیا دور پیدا ہو گیا۔ دنیا کی آرام و راحت کے لئے وہ چیزیں

ملہ اسی امر کی طرف قرآن شریف اشارہ کرتا ہے۔ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ جان لو

اب اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد پھر زندہ کرنے لگا ہے ۱۲

پیدا ہوئیں جو پہلے نہ تھیں۔ یہ تاریخی باتیں ہیں۔ آج جن علوم کا نام علوم جدیدہ ہے۔ اور انھیں علوم سے موجودہ ترقی وابستہ ہے۔ وہ انھیں مسلمان اولین کی طفیل دنیا میں آئے۔ آج کسی علم جدیدہ کا نام لو۔ اس کے بانی اور دریافت کرنے والے ہیں مسلمان ہی نظر آتے ہیں موجودہ دنیا کی تہذیب و تمدن اگر کاغذ فن جہازرانی اور بارود کے پیدا ہونے پر اپنے کمال کو پہنچی تو یہ کاغذ۔ بارود بھی مسلمانوں کی ہی طفیل پیدا ہوئے۔ اس موضوع پر تو کتابیں اور جلدیں لکھی جا سکتی ہیں لیکن میں یہاں صرف جی۔ بی سمتھ کی کتاب موسوم بہ "تاریخ یورپ کے منظر" کی چند سطریں آپ کو سناتا ہوں +

"تاریخ عالم میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز قابل توجہ نہیں کہ متبعین محمدؐ کس قدر سرعت کے ساتھ ایک مہذب جماعت بن گئے اور ان کے ماتحت ہر جگہ عالیشان شہر بن گئے۔ یہ شہر علمی نشاط اور عقلی ترقیات کے مرکز تھے۔ وہاں فلسفی۔ اہل سائنس۔ علم طبعیات کے ماہر حکیم اور ادیب پیدا ہو گئے۔ اور یہ اس وقت جب یورپ وحشیانہ پن اور سفاکی کی زبردست قوت کے مقابل کشمکش میں تھا۔"

ہمارے بعض الفاظ جن کا ماخذ زبان عربی ہے مثلاً الماناک۔ کوٹن۔ الکلی۔ زیرو۔ شوگر۔ کیرٹ۔ آرٹی چوک۔ سوفا۔ الکوہال وغیرہ اس بات پر شہادت دیتے ہیں کہ اس وقت یہ لوگ علوم کے شاخہائے مختلفہ میں مصروف تھے اور ہم کس قدر مرہون منت ہیں مسلم لوگ علم ہیئت و علم تنجیم علم کیمیاوی۔ اور ریاضیات کے کامل ماہر تھے۔ شاعری۔ سفرنامے۔ تاریخ ادبیات پر کتابیں لکھتے تھے۔ بغداد اور قاہرہ کی یونیورسٹیوں میں بارہ

ہزار تو طلبا[1] تھے اور وہاں کے کتب خانوں میں لاکھوں کتابیں تھیں۔ گنتی کے عدد بھی ہم نے عربوں سے ہی لئے۔ کسور عشاریہ اور کل کا کل الجبرا[2] انہیں نے نکالا۔

انہوں نے رصدگاہوں میں بیٹھ کر بہت سے ستارے دریافت کئے اور ان علوم کی ترتیب دی۔ ہمارے علم تنجیم کی کتب میں، جو بعض ستاروں کے نام ہیں اب تک وہ عربی زبان کے نام ہیں۔ بارود اور جہاز رانی کے آلات ہم سے بہت پہلے اُنکی دریافت میں آچکے تھے۔ کاغذ بنانا۔ پارچہ بافی اور چیزوں کو رنگنا بھی وہ جانتے تھے۔ وہ علمی طریق پر مختلف پھل پھول اور دیگر مفید پودے پیدا کرتے تھے۔ اور زراعت اور انگور کا پیدا کرنا اُن کے ہاں ایک علمی فن ہو گیا تھا۔ آئینہ سازی اور آئینہ کے اندر کام کرنا۔ دھاتوں پر صنعت کاری اور کماری سے جس کمال تک انہوں نے پہنچایا ہے اُس سے آگے آج بھی ہم سبقت نہیں لے گئے۔ ریشمی کپڑے اور تلوار کے پھل بنانے میں دمشق مشہور تھا جیسے کہ خود ہمارے لفظ "دمسک" سے ظاہر ہوتا ہے۔ اُن کی تجارت کہیں کی کہیں پہنچ گئی۔ اُن کی تجارت کے کارروان اور جہاز چین۔ روس مصر اور سپین تک پہنچتے تھے۔

---

[1] ان طلبا کو کتب و خوراک اور قیامگاہیں مفت ملتی تھیں [2] الجبرا کے علاوہ علم مثلث علم مخروطی اور دیگر شاخہائے علم ریاضی مسلمانوں نے ہی بنائے۔ علم کیمیا اور علم طبعیات کے موجد مسلمان ہی تھے حتیٰ کہ ہوائی جہاز بھی مامون رشید کے زمانہ میں بنا۔ مسلمان بھائی غور کریں یہ سب قرآن کی برکت سے ہوا آج بھی قرآن موجود ہے۔ اُس پر عمل چھوڑ اُس کے پڑھنے والے کہاں ہیں

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ انبیاؑ دنیا میں کیوں آتے ہیں۔ وہ خالی خولی چند رسمیات مذہب چند طریق عبادات یا چند سرمن دینے تو نہیں آتے۔ وہ تو ایک قسم کی زندگی کی لہر کسی مردہ قوم میں پیدا کرنے آتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ سامنے رکھ لو۔ تمہیں محمدؐ کی ذات پاک کے سوا کوئی رہبر۔ ریفارمر۔ نبی۔ رکھی بنی ایسا نظر نہ آئے گا کہ جس کی تعلیم و تربیت کا ایسا زبردست اور زندہ اثر کل کی کُل دنیا پر ہو۔ اور جس نے کل کی کل دنیا کو موت سے زندہ نہ کر دیا ہو۔ قبل اسلام اور ما بعد اسلام کو دیکھ لو۔ ایران۔ ہندوستان۔ مصر اور یورپ کو اس پیمانہ میں تو لو پھر اگر ایک طرف موت اور دوسری طرف زندگی نظر آئے تو سوا تحریک اسلام کے مجھے کوئی اور تحریک دکھلاؤ جو اس تبدیلی کا موجب ہوئی ہو۔ میں یہ بات کوئی اعتقادی رنگ میں بیان نہیں کرتا یہ تو واقعات ہیں جس کی مصدق زمانہ کی تاریخ ہے۔ کسی نبی یا ہادی مذہب کا نام لو جو اس طرح کامیاب ہو کر دنیا سے اُٹھا ہو۔ اور جس کی طفیل کل کے کل زمانہ نے اس طرح فیض پایا ہو۔ اور جس نے کل کی کل دنیا کی علمی عملی۔ اخلاقی۔ اقتصادی۔ سیاسی اور تمدنی کایا پلٹ دی ہو۔ اور اس طرح مردہ دنیا کو زندہ کر دیا ہو۔ کیا قرآن کا یہ فرمانا اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا (جان لو اللہ تعالیٰ اب مردہ زمین کو زندہ کرنے لگا ہے) سچا ثابت نہیں ہوا دنیا اس ذات مقدس کو نبی مانے یا نہ مانے لیکن فی زمانہ جو امور حقیقی تہذیب و تمدن اور اخلاق و روحانیات کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں وہ تو سب کے سب اسلام نے ہی پیدا کئے۔ پھر کیوں اُس ذات مقدس کو کل دنیا کا نبی نہ مانا جائے۔

دنیا کے مؤرخ اس کامیابیٔ اسلام پر حیران ہو جاتے ہیں۔ اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تعلیمات نبی آخر الزمان میں سے یہاں وہ دو تین باتیں جنکا تعلق روحانیات، اخلاق اور تہذیب و تمدن سے ہے بیان کردوں۔ کیونکہ اس سے زیادہ کی اجازت یہ وقت نہیں دیتا۔

سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے بالکل ایک نیا نصب العین یا مقصد مذہب دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ اسلام نے کہا کہ مذہب اس لئے نہیں آیا کہ کسی ناراض شدہ خدا کو کسی فدیہ کے ذریعہ انسان کے ساتھ راضی کرایا جائے ایسا ہی نہ مذہب اس لئے آیا کہ خدا برتر کو انسان سے تعریف و توصیف کرانے کی ضرورت تھی اور مذہب نے آکر اس کے حمد اور گیت اور تعریفیہ رچائیں سکھلائیں۔ اللہ تعالےٰ تو انسان کی اس حمد و تعریف سے بہت ارفع ہے۔[1] یوں تو مذہب ابتدا سے ہی ہر ملک و قوم میں جیسے میں کہہ چکا ہوں نظر آتا ہے لیکن قرآن نے جو مذہب کی غرض و غایت بتلائی وہ مذہب سابقہ نہ بتلا سکے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے سوا باقی مذاہب اپنے پیروؤں میں اس وقت تک کامل دلچسپی پیدا نہیں کرسکے۔ قرآن نے مذہب کا نصب العین ہی جدا تجویز کیا۔ اور اس مقصد کے سمجھنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے اپنے ماحول کی طرف متوجہ کیا۔ ہمیں کائنات میں کوئی بھی چیز ایسی نظر نہیں آتی جس پر جمود واقع ہو۔

---

[1] ومن یشکر فانما یشکر لنفسه ومن کفر فان اللہ غنی حمید (سورہ لقمان آیت ۱۲) جو خدا کی حمد و ثنا کرتا ہے وہ اپنے نفس کی بہتری کے لئے کرتا ہے اور اگر ایسا کرے تو خدا تو ان باتوں سے بے نیاز ہے ۱۲

یعنی وہ ایک حالت میں کھڑی رہے ہر ایک چیز کا قدم ترقی کی طرف ہے۔ دست قدرت نے ہر ایک عنصر میں اور عنصروں کے ہر مرکب میں لاانتہا خواص مخفی رکھ دیئے ہیں جو آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ایک چیز اپنی بلوغت کو جا رہی ہے اور اس طرح اپنے اندر کے کمالات مخفیہ ظاہر کرتی نظر آتی ہے۔ ایک تخم جیسی چھوٹی سی چھوٹی چیز آخر ایک بھاری درخت بن جاتی ہے اس کے اندر سے درخت کا تنا۔ شاخیں۔ پتے۔ پھول۔ پھل نکلتے ہیں اور ان سب کے بعد اس بات کو صرف عالم الغیب ہی بتلا سکتا ہے کہ کسی پھل میں یا درخت کے کسی حصہ میں کیا کیا خواص ہیں سائنس تو ان خواصوں پر حاوی نہیں ہو سکتی یہ جو بڑا عالیشان ہال ہے جس میں ہم سب جمع ہیں یہ تو ریت کے ذرات کی ایک ترکیب بالغ ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نغمات جن پر علم موسیقی ختم ہو جاتا ہے وہ ایک مینڈے کا ہی بالغ شدہ شور ہے۔ ایک جگنو کی روشنی آخر برقی روشنی بن جاتی ہے خود انسان کو ہی دیکھ لو ایک قطرہ پانی نے کیا شکل و صورت بنالی ہے اور پھر اس ہیولٰے انسانی کے اندر جو دل و دماغ ہے وہ تو عجائبات قدرت کا مجموعہ ہے۔ اس کے چھپے ہوئے جوہر ہمارے علم و عقل سے اب بھی باہر ہیں۔ الغرض کائنات کی ہر ایک چیز تو روز افزوں ترقی کرے اور اس میں سے نئی سے نئی چیزیں پیدا ہوں لیکن ان سب کے مقابل انسان کی آگے کوئی منزل ترقی نہ ہو انسان تو ایک عالم صغیر ہے۔ جیسے کہ اسلام نے ہمیں بتلایا اور آج علمی دنیا نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے انسان کے اندر تو کائنات کی کل

کی کل قوتیں آ جمع ہوئی ہیں ایک ذرہ سے لے کر سورج تک تمام کی تمام کائناتی چیزیں ایک نہ ایک شکل میں انسانی جسم کے اندر آ جمع ہوئی ہیں۔ اسی سے غور کر لو انسان کے فطری جوہر کیا کچھ ہوں گے اور اُن کا اُٹھان اُسے کس بلند مقام تک پہنچائے گا۔ الغرض از روئے تعلیم اسلام۔ مذہب انسان کے ان فطری جوہروں[۱] کو روشن کرنے اور انہیں بلوغت تک پہنچانے آیا۔ قرآن نے ابتدا ہی میں اس طرف اشارہ کیا۔ فرمایا کہ کل کے کل الہام الٰہی انسان کو فلاح[۲] تک پہنچانے آئے۔ کل کے کل مذاہب خدا کی طرف سے وہ راستہ لائے جس پر چل کر انسان کامیاب ہو جائے۔ فلح کے لغوی معنی قوائے مخفیہ کو ظاہر کر دینے کے ہیں۔ اس کے دوسرے معنی کامیابی کے ہیں۔ دراصل کسی کی کامیابی اُس کی استعداد سے آگے نہیں جا سکتی اور جب کسی کی کوئی مخفی استعداد کامل طور پر ظاہر ہو جائے وہ اپنی کامیابی حاصل کر لیتا ہے الغرض مذہب اس لئے آیا کہ جو قوتیں خدا برتر نے فطرت انسان میں رکھ دیں

---

[۱] فاقم وجهك للدين حنيفا۔ فطرت الله التي فطر الناس عليها۔ لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم (سورہ روم آیت ۳۰) تم دین حنیف پر قایم ہو جاؤ فطرت اللہ ہے جس پر انسان کو اللہ تعالےٰ نے بنایا۔ خدا کی خلق میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ بس یہی مضبوط دین ہے یعنی اسی فطرت کو ابھارنے کا طریق تمہارا دین ہے۔

[۲] اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون (سورہ بقرہ آیت ۵) جو خدا کے الہام پر چلتے ہیں وہ ہی رب کی طرف سے اُس راستہ پر ہیں جو انہیں فلاح و کامیابی دکھلائے گا۔

روشن ہو جائیں۔ والا انسان کی پیدایش کا مقصد ٹھکانے پر نہیں آتا۔ اور خدا تو حکیم ہے۔ اگر انسان اپنے مقررکردہ کمال تک نہ پہنچے۔ تو خدا تعالیٰ کی حکمت ضائع ہوتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ خدا کے سوا ہمارے فطری جوہروں اور اُن جوہروں کو بلوغت تک پہنچانے کو کون جانتا ہے اس لئے اگر وہ خود انسان کو ان امور پر اطلاع نہ دے تو پھر اور کون دے۔ قرآن نے یہی وجہ الہام الٰہی کی تبلائی +

فطرت انسانی کی حقیقت سمجھنے میں مختلف مذاہب مختلف تعلیمات دیتے ہیں۔ اسلام کے سوا باقی کل مذاہب قریب قریب انسانی فطرت کو بُرا قرار دیتے ہیں۔ اور بعض نے تو اس فطرت کو کل شرارتوں اور بدیوں کا مجموعہ قرار دیا کہا جاتا ہے کہ انسان کی فطرت گناہ سے بھری ہوئی ہے یہ ابتدا سے ہی بگڑ چکی ہے اور اسکا سدھار اس ایک بات میں ہے کہ انسان کوئی خاص عقیدہ رکھے جس کی برکت سے یہ ازلی بدی نیکی کی شکل اختیار کرلے[1]۔ حیرت کا مقام ہے کہ کائنات کی ادنےٰ سے ادنےٰ چیز تو مکمل فطرت لے کر آئے لیکن جب کائنات کی بہترین چیز پیدا ہو جس میں صحیفہ فطرت کے کل جوہر آ جمع ہوں جو اس زمین پر خدا کی بہترین دستکاری ہو جسے سائنس (بالی الوجی) تک تسلیم کرلے کہ عالم حیوانیات میں انسانی ہیولے پر دست قدرت اور افزایش نہیں کرسکتا۔ اس کے متعلق یہ یقین

---

[1] یہ عیسائی عقیدہ کی طرف اشارہ ہے۔ کلیسیہ یہ تعلیم کرتا ہے کہ انسان تو فطرتاً گنہ گار ہے۔ البتہ جب وہ فدیہ وکفارہ مسیح پر ایمان لاکر اس فدیہ کی برکات تلے آجاتا ہے تو اُس کی فطرت بد اچھی ہو جاتی ہے۔ مصنف

نہیں بلکہ ایمان رکھ لیا جائے کہ اُسی کی فطرت پست سے پست ہے یا آفرینش
میں اگر وہ اعلیٰ تھی تو پیدا ہونے کے بعد ہی بگڑ گئی[۱]۔ حیرت کا مقام ہے کہ کوئی اور
چیز تو نہ بگڑے اگر بگڑے تو انسان کا نفس ناطقہ ہی بگڑے۔ حالانکہ دوسری طرف
یہیں کہا جاتا ہے کہ انسان اللہ کی شکل پر پیدا ہوا۔ ہمارے ہاں بھی یہ عقیدہ ہے
اس سے مراد انسان کی جسمانیت تو نہیں بلکہ اُسکا نفس ناطقہ ہے۔ بہرحال قرآن نے
یہ تعلیم انسان کو دی ہے کہ اُس کی فطرت بلند سے بلند اور ارفع سے ارفع ہے[۲] اور خدا کی
خلقت میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی[۳]۔

دراصل انسان کو اپنی فطرت کی بداستعمالی سے یہ دھوکا لگا ہے بعض علمائے مذہب
نے بداستعمالی فطرت اور فطرت میں تمیز نہیں کی ان دو مختلف باتوں کو مخلوط کر دیا۔
انسانی طبیعت پر ہی کیا حصر ہے۔ ایسی کونسی چیز کائنات میں ہے جو بُرے طور سے
استعمال نہیں ہو سکتی۔ آگ سے ہی کھانا پکتا ہے اور آگ سے ہی ایک شہر کا شہر
جلایا جا سکتا ہے۔ جلانے کی طاقت مشکلات کا حل ہے لیکن تباہی بھی اسی طاقت
سے وابستہ ہے۔ آپ کسی اچھی سے اچھی چیز کا نام لے لیں۔ اور اس کے بالمقابل
کسی بُری سے بُری چیز کو دیکھ لیں۔ ہر ایک نعمت الٰہی کا ایک استعمال بد ہوتا ہی اور کسی نظام

---

[۱] یہ عیسوی عقیدہ کی طرف اشارہ ہے۔

[۲] لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (سورہ والتین) ہم نے انسان کو بہترین ساخت
پر پیدا کیا [۳] لا تبدیل لخلق اللہ (سورہ الروم آیت ۳۰-۶۵) اللہ کی خلق میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔

لعنت کی چیز کا استعمال موجب برکت بھی ہو کرتا ہے۔ ہر ایک چیز کے اندر ایک خاصیت ہوتی ہے وہ بُری یا اچھی طرح استعمال ہو سکتی ہے۔ افیون اگر انسانی قواء کو تباہ کرتی ہے تو سخت سے سخت دردوں میں تسکین کا موجب ہوتی ہے۔ افیون دراصل تکلیف دہ احساس کو کمزور کرنے کے لئے پیدا ہوئی یہ تو نعمت الٰہی تھی۔ تم اُسے عمدہ سے عمدہ احساسات کے دبانے میں بھی استعمال کرلو۔ تو اسے اپنے لئے لعنت کر لو افیون سے بھی بڑھ کر کوکین ہے۔ آنکھ جیسے نازک اور زبردست احساس والی چیز کوکین کے ذریعہ بے حس ہو کر بلا تکلیف نشتر تلے آجاتی ہے تم اسے کھا کر اپنے عمدہ احساسات کو تباہ کر سکتے ہو۔ اسی طرح ہماری کل کی کل نیکیاں اور بدیاں۔ فطرت کے ایک ہی قسم کے میلان کی دو شکلیں ہیں۔ ایک ہی میلان یا ایک ہی جذبہ کے ایک استعمال یا محل و موقع کا نام حسنات ہے اور دوسرے کا نام بدی مثلاً استقامت اور ہٹ یا ضدیت اپنے جوہر میں ایک ہی چیز ہے۔ یعنی کسی امر پر مضبوطی سے قایم ہو جانا۔ اور وہاں سے نہ ہلنا۔ اب اگر وہ امر نیک ہے تو اُس پر قایم رہنا اعلیٰ درجہ کی مردمیت اور استقامت ہے اور اگر وہ بد ہے تو ہمارا اُس سے نہ ہلنا ایک امر مذموم ہے جسے ضد اور ہٹ کہتے ہیں۔ حلم اور بزدلی بھی اپنے جوہر میں ایک چیز ہے لیکن محل و موقع کے اختلاف نے اُس کے دو نام رکھ دیئے۔ کسی بدگو یا بدکُن کے مقابل خاموش رہنا یا اُس کی مدافعت میں کچھ نہ کرنا حلم بھی ہے اور بزدلی بھی ہے۔ اگر تو ہم نے علو ہمت سے کسی کی بدگوئی یا بدکرداری پر درگزر کیا تو یہ تو بردباری

اور حلم ہے اور اگر اس کے خوف سے اور اپنی جان و مال یا عزت کے خطرہ سے
ہم بدکردار کے مقابل خاموش ہو گئے تو اسکا نام بزدلی ہے ۔ سیہ کاری اور شناہل
زندگی اپنے فعل میں ایک ہی چیز ہے لیکن ایک تو تمدن کی جان ہے اور دوسرے
فعل کے ساتھ سوسائٹی کی تباہی وابستہ ہے ۔ زبان اور بولنے کی طاقت ہی
صدق و کذب کو پھیلاتی ہے تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ قوت گویائی ہی بد ہے یا کہیں کہ
گویائی تو ایک نعمت الٰہی ہے ۔ اس کا دوسرا استعمال لعنت ہو گیا ہے کل جذبات انسانی کی جڑ دو جذبیں
ہیں انہیں ام الجذبات کہنا چاہیے وہ غضب اور شہوت یا لوبھ اور کرودھ ہیں ۔ لوگ ان جذبات کا
نام نفرت سے لیتے ہیں اور بیشک ان کی ایک شکل کریہ اور مذموم ہے لیکن انہیں کی
دوسری شکل محمود ہی ہے ۔ اُسی کا نام اخلاق فاضلہ ہے ۔ چیزوں کے حصول کی خواہش
کو اگر لوبھ سے تعلق ہے اور اس سے دنیا نئی سے نئی چیزیں پیدا کر لیتی ہے تو حاصل
کردہ مفاد کی حفاظت کرودھ سے وابستہ ہے ۔ علم النفس و القویٰ کی یہ ایک لطیف
بحث ہے جس کی تفصیل کا متحمل یہ وقت نہیں ہیں اس لوبھ و کرودھ کی چند محمود اور
مذموم شکلوں کو گن دیتا ہوں ۔

غضب یا کرودھ کی محمود شکل ۔ استقامت ۔ حلم ۔ شجاعت ۔ صبر ۔ خود ضبطی نصفت
شعاری ۔ عدالت ۔ انتقام صحیح (بغرض اصلاح) حمایت عصبیت وغیرہ وغیرہ ۔
غضب کی مذموم صورت ہٹ ۔ بزدلی ۔ تہور ۔ ظلم و تعدی ۔ بدلہ لینا ۔ کینہ ۔ عداوت
تعصب ۔ بدزبانی ۔ چڑچڑاپن ۔ بے حوصلگی ۔ شہوت یا لوبھ کی محمود شکلیں محبت ۔

عشق الٰہی۔ رحم۔ کرم۔ سخاوت۔ قناعت۔ عطیہ۔ علو ہمت۔ توکل برضا۔ ہمدردی۔ وسعت قلبی۔ فیاضی اور اس کی بد صورتیں بخل حرص۔ تنگدلی حسد۔ دیوثی۔ شہوت رانی۔ بدنظری وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح آپ کسی گناہ کا نام لیں۔ ایک ذرا سے غور پر آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ہم جن قوتوں کو اس گناہ کے کرنے میں استعمال کرتے ہیں وہی قوتیں اعلیٰ سے اعلیٰ نیکی کا بھی موجب ہوتی ہیں درا صل یہ قوتیں نیک استعمال کے لئے ہی پیدا ہوئی تھیں اُن کا ایک خاص اندازہ ومحل اچھا تھا۔ لیکن ہم نے اُس اندازہ سے تجاوز کیا۔ اور موجب بدی ہو گئے۔ گناہ یا بدی بذات خود کوئی چیز نہیں۔ ہر ایک عطیہ الٰہی۔ ہماری فلاح وبہبود کے لئے آیا۔ ہم خود اُسے اپنی ناواقفی یا غلطی سے بُرا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ گناہ کے لئے جس قدر الفاظ قرآن نے استعمال کئے اُن سب کے لغوی معنی مقام پسندیدہ سے ہٹ جانا یا دور ہو جانا یا حدود سے متجاوز ہونا ہے[۱]۔ ہاں انسان ہر اشیا کے محل وموقع استعمال سے واقف نہیں۔ اس لئے یہ خالق کائنات کا فرض ہے کہ ہم کو ان محل ومواقع اور حدود سے اطلاع دے۔ چنانچہ قرآن ہمیں اطلاع دیتا ہے کہ جس خالق نے یہ اشیاء وجذبات بنائے اُن کے صحیح اندازے بھی مقرر کئے اور اُن اندازوں سے انسان کو اطلاع دے دی[۲] بلکہ اُن کا نام حدود اللہ[۳]

---

[۱] ذنب۔ جناح۔ عدوان۔ جرم۔ طغیان۔ فحشات۔ معصیت وغیرہ وغیرہ [۲] الذی خلق فسوّی والذی قدر فھدیٰ (سورہ الاعلیٰ آیت ۲-۳) جس نے چیزیں پیدا کیں اور اُن کی تعدیل کی اور اُنکے اندازے مقرر کئے اور اُن اندازوں کے متعلق ہدایت دی [۳] تلک حدود اللہ ہے (سورۃ النساء آیت) اللہ کی حد بندیاں

رکھا۔ اور اُن حدود پر چلنے کا نام ہی اسلام ہے۔ اور مذہب اُنہیں اندازوں اور حدود کو بتلانے آیا۔ اسی لئے تو خیر و شر کے[1] اندازوں کو تسلیم کرنا اور اُس کے پابند رہنا ہمارے ایمانیات میں داخل[2] ہے۔ قرآن نے اس حقیقت پر واضح الفاظ میں روشنی ڈال دی فرمایا کہ انسان تو ایک اعلیٰ[3] فطرت لے کر آیا ہے۔ لیکن اس فطرت کے اجزا (جذبات) بُری طرح بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے انسان کو بُرائی سے روکنے اور ان جذبات کو ٹھکانے لگانے کے لئے ہدایت کی ضرورت ہے۔ الغرض بدی یا گناہ فی نفسہ کوئی چیز نہیں۔ عطیات الٰہیہ کی بد استعمالی کا نام گناہ ہے۔ ہمارے سب کے سب جذبات ردّیہ تو روحانیات و اخلاق کی جڑ ہیں وہی جذبات ردّیہ تعدیل و تہذیب میں آکر اخلاق فاضلہ و روحانیت بن جاتے ہیں جیسے میں اوپر کہہ آیا ہوں دیکھو عالم جسمانیات میں بھی یہی رنگ ہے۔ ہم قیمتی سے قیمتی دھاتیں اپنی اصلی شکل میں کنکر اور پتھر ہی ہوتے ہیں۔ انہیں کنکروں کو توڑ کر اور پاؤڈر کر کے مختلف طریق پر دھویا جاتا ہے۔ طرح طرح کی تیز آبوں میں اُنہیں ڈالا جاتا ہے پھر اُنہیں میں سے سونا چاندی نکلتا ہے۔ اگلے دن میں کمبرلی میں گیا تھا جہاں ہیرے کی کان ہے۔ وہاں

---

[1] والقدر خیرہ و شرہ من اللہ۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ (ہر ایک چیز میں جو) نیکی اور شر کا جو اندازہ ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے [2] لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم رددنٰہ اسفل سافلین۔ الا الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت فلہم اجر غیر ممنون۔ [3] انسان عمدہ سے عمدہ بناوٹ پر بنایا گیا پھر وہ نیچے سے نیچے مقام کی طرف بھی جھکتا ہے۔ ہاں جو صداقت الٰہیہ پر ایمان لائیں اور عمدہ عمل کریں تو اُن کا عمل کریں تو اُن کا اجر لا محدود ہوگا (سورہ والتین)

کے ڈائرکٹر نے مجھے وہاں کی کل کی کل کلیں مشینیں اور سب طریق عمل دکھلائے۔
کام ہوتا ہوا بھی دکھلایا۔ کان کا کھدنا۔ سنگ پاروں کا نکالنا۔ اُن کو توڑنا۔ دھونا۔
اور اُس پر طرح طرح کی مشقتوں کا خرچ کرنا سب کچھ دیکھا جو کچھ ان کانوں میں سے نکلتا
ہے اس میں اٹھانوے فیصدی بے مطلب چیز ہوتی ہے۔ صرف دو فیصدی چیز مطلب
کی نکلتی ہے۔ سارے دن کی محنت کا نتیجہ جس میں ہزارہا نفوس مشغول ہوتے ہیں ایک
مٹھی بھر ہیرے ہوتے ہیں انسان بھی عجیب طبیعت رکھتا ہے وہ دوسری چیزوں کے
حاصل کرنے میں تو جان توڑ کوشش کرتا ہے لیکن اُس کی اپنی سنگ طبیعت میں جو
جوہر چھپا ہوا ہے اُس کو روشن کرنے میں یہی چاہتا ہے کہ کوئی کام تو نہ کرے اور محض
ایک لفظی عقیدہ سے کر یہ چیز کو خوبصورت کرلے یہی ہمارے جذبات جس کا نام ہم نے
جذبات حیوانی یا سفلی یا ارضیہ رکھ چھوڑا ہے۔ یہ تو وہی کنکر اور پتھر ہیں جس میں ہماری
روحانیت اور اخلاق فاضلہ کے جواہر چھپے ہیں ہماری محنت شاقہ ہی ان کو چمکائے گی۔
یہ جو اسلام یا دوسرے مذاہب نے انسان پر بعض ریاضتہائے شاقہ لگا دیں اُن کی غرض
انہیں نفس کے کنکر اور پتھر کو توڑنا اور مصفا کرنا ہوتا ہے۔ انہیں میں سے انسان نے
روحانی سونے یا چاندی کو نکالنا ہے۔ کائنات میں ہر ایک خوبصورت سے خوبصورت
چیز بھی بدشکل پردوں میں چھپی ہوتی ہے بعض مذاہب تو اس نفسانی جذبات کے ہیجان
سے گھبرا ہی گئے اور ان کے مقابل اپنے سارے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور یہ بھی
اعتقاد رکھ لیا کہ انسان گناہ سے نکل ہی نہیں سکتا لہذا اسنر ا رگناہ سے بچنے کے لئے

کسی فدیہ کی تلاش میں لگ گئے[۵۱] یہ تو بزدلی کا نشان ہے۔ انسان تو محنت شاقہ کے لئے پیدا ہوا ہے[۵۲]۔ اُس نے جو حاصل کیا محنت و مشقت سے ہی کیا۔ پھر جذبات نفس کو کندن بنا لینے میں اُسے کیوں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اُس نے تو پہلے منزل کے بعد بہت سی کڑی منزلیں طے کر کے مقام اصل پر پہنچنا ہے۔

الغرض مذہب فطرت انسانی کے مخفی جوہروں کو روشن کرنے آیا ہے۔ انسانی فطرت کے بیسیوں پہلو ہیں جسمانی پہلو۔ جذباتی پہلو۔ پھر تمدنی مجلسی۔ اقتصادی ذہنی عقلی علمی عملی۔ اخلاقی روحانی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے مذہب حقہ کی شناخت یہ ہونی چاہئے کہ اس میں ان تمام پہلوؤں کو روبراہ کرنے کی تعلیم و تربیت ہو۔ اس میں ایسی راہیں نظر آئیں جن پر چل کر ہم ان امور کو سرسبز کریں اس میں ہر قسم کی بھوک اور پیاس کا سامان ہو۔ میں کسی کتاب کو خدا کی کتاب اُسی وقت مانوں گا۔ جب اس میں ان تمام امور مذکورہ بالا کے متعلق ہدایت کاملہ ہو۔ دوسری کتابوں کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہتا آپ اپنی اپنی الہامی کتابوں کو اس نگاہ سے خود دیکھ لیں البتہ میں قرآن کریم کے متعلق آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کتاب حمید میں انسانی فطرت کے ہر پہلو کی تربیت کے سامان موجود ہیں۔ ان تمام پہلوؤں پر اس جگہ بحث کرنی اور خصوصاً اس تھوڑے سے وقت میں ایک امر محال ہے میں یہاں ایک ہی پہلو پر گفتگو کروں گا اس کا تعلق ایک طرف تو اُس بلند سے بلند مقام سے ہے جہاں پہنچنے کے لئے انسان

---

۵۱ عیسائی قوم ۵۲ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ سورۃ النجم آیۃ ۳۹) انسان وہی ہے جو محنت کرے۔

پیدا ہوا[۱]۔ اور جس سے آگے مقام الوہیت ہے۔ اور دوسری طرف اس میں یہ خوبی بھی ہے۔ کہ اُسی مقام پر پہنچنے کے لئے جو ہمیں کرنا ہے اُسی سے موجودہ زمانہ کی مشکلات کا حل ہوسکتا ہے +

آج دنیا دم نقد جہنم ہو رہی ہے۔ موجودہ تہذیب نے انسان کو تباہ کر دیا۔ کہیں امن وسلامتی کا نام نہیں۔ خود غرضی حرص۔ لالچ نفس پروری۔ آئے دن کی لڑائی۔ پھر جس کا نام حالت امن ہے وہ بھی نہیں خود یورپ کو دیکھ لو۔ سرمایہ دار ایک طرف اور مزدور ایک طرف ہر جگہ آئے دن کے مقاطع اور سٹرائک کہیں جاؤ۔ فساد اِس سب کی تہ میں دولت کی بلا تناسب تقسیم اور اس کی حرص ولالچ ہے۔ ایک شہر لندن میں ایک طرف وہ بھی ہیں جو ایک ایک پنس کے محتاج ہیں اور دوسری طرف وہ بھی ہیں جو کسی ہوٹل میں جاکر ملازمین کو بطور انعام پونڈ کے پونڈ دے دیا کرتے ہیں۔ ایک طرف اسراف کی انتہا نہیں دوسری طرف ایک وقت کی روٹی تک میسر نہیں۔ اس کا علاج سوشلزم نہیں کرسکتا۔ اس خیال والے چاہتے ہیں کہ حکومت کے ذریعہ ملک کی دولت برابر برابر تقسیم ہو یا یہ ہو کہ گورنمنٹ کسی کی کمائی اور محنت کا تو لحاظ نہ کرے بلکہ سب کی کمائیوں کو یکجائی حالت میں رکھ کر ہر ایک کی ضرورت و مایحتاج کا تہیہ کرے۔ گورنمنٹ ایک انسانی گورنمنٹ ہے اس کا اثر دلوں پر نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں اس قسم کے قانون وقواعد انسان میں سے قوت عمل اور

---

[۱] مقام قاب قوسین +

روح مشقت و محنت کو قتل کر دیں گے۔ اگر ہر ایک کے ما یحتاج گورنمنٹ نے پوری کر دینی ہے تو پھر کیوں کوئی محنت کرے۔ اپنی کمائی پر انسان کا کلی اختیار ہونا اور اپنی خواہش کے مطابق اُسے خرچ کرنا یہی ایک بات ہے جو انسان کو کام کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اس لئے یہ تجویز کبھی رو براہ نہ ہو گی۔ اس ساری گتھی کا سلجھاؤ صرف ایک بات سے ہوتا ہے انسان کی فطرت میں ایک زبردست پہلو مجبرانہ بھی ہے دوسری طرف اس میں محبت و پرستش الٰہی کا بھی جوہر ہے وہ اپنے خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ انہیں دو پہلوؤں کو تحرک میں لانے سے وہ اپنی کمائی کا حصہ محتاجوں کے لئے وقف کر سکتا ہے۔ اسلام نے ایسا ہی کیا۔ ایک شخص مسلمان ہونے پر ہی ایک خدائی ٹیکس[1] کے تلے آجاتا ہے جو اسلام نے غربا کے لئے وضع کیا ہے۔ لوگ مذہب پکارتے ہیں آیندہ کی بہشت کا وعدہ دیتے ہیں وہ اول اس وم نقد جہنم کا علاج کیوں نہیں کرتے +

میں ذکر کر رہا تھا کہ انسان کے اندر ایک اعلیٰ سے اعلیٰ جوہر ہے جس کے روشن ہو جانے پر انسان بلند سے بلند مقام کو پہنچ سکتا ہے اور اس میں موجودہ مشکلات کا علاج بھی ہے +

قریب قریب ہر مذہب نے یہ تعلیم دی ہے کہ انسان خدا کی صورت پر بنایا گیا ہے

---

[1] یعنی زکوٰۃ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ کی غرض یہ ہے کہ امراء سے کچھ لے کر غربا کو امیر بنایا جائے +

اللہ تعالیٰ نے اپنی رُوح انسان میں پھونکی ہو خدا تعالیٰ کا کوئی حصہ بطور ظل انسان میں موجود ہے۔ مذہب اسلامی نگاہ میں اسی جوہر ربانی کو بلوغت تک پہنچانے آیا۔ کوئی مذہب ہو اُس کی ساری تعلیم کا نصب العین یہی ایک امر ہونا چاہیئے۔ اس کی تجویز کردہ عبادات اس کی مقرر کردہ حدود کی غرض و غایت صرف یہی ایک بات ہونی چاہیئے ہمارا ایمان ہے کہ کل کے کل انبیاء مظہر اخلاق خداوندی تھے وہ معصوم و پاک تھے۔ اگر وہ ایسے نہ تھے تو خدا تعالیٰ نے اُنہیں نسل انسانی کی ہدایت کے لئے کیوں چنا بعض مذاہب[1] اُنہیں ایسا خیال نہیں کرتے یہ اُن کی غلطی ہے۔ انبیاء تو نسل انسانی کے ایک نمونہ بن کر آئے پھر وہی اگر گندے اخلاق کے ہوں تو معاذ اللہ خود خدا کی بھول ہے کہ اُنہیں ہماری ہدایت کے لئے بھیجے۔ الغرض انسان نے مقام حیوانیت سے نکل کر اُس بلند جگہ پر پہنچنا ہے جہاں سے اللہ کا مقام شروع ہوتا ہے۔ اسلام نے اُس کے لئے مختلف منزلیں تجویز کی ہیں اور ہر منزل کے خط و خال بھی بتلائے ہیں۔ پھر ہر منزل پر ہمارے افعال و اعمال کے لئے ہدایات دی ہیں تاکہ نفس انسانی بہیمیت سے نکل کر کامل نفس ناطقہ بن جائے[2]۔

اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے اسلام نے خود خدا کی ذات کو انسان کے سامنے رکھا کیونکہ انسان ہر امر میں ایک نمونہ کا محتاج ہے۔ وہ نمونہ خدا ہے۔ اور

---

[1] عیسائی عقیدہ نے عورت کے پیٹ سے نکلے ہوئے ایک انسان کو خدا بنانے کے لئے کل اتقیا و اصفیا و انبیا کو گنہگار کہا

[2] وہ سات منازل ہیں (۱) نفس بہیمیہ یا امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس ملہمہ (۴) نفس مطمئنہ (۵) نفس راضیہ (۶) نفس مرضیہ (۷) نفس کاملہ ۱۲

مذاہب نے تو اس حقیقت کو اس طرح ادا کیا کہ انسان رام مورتی ہے۔ یا خدا کی صورت پر بنا ہے۔ اسلام نے یہ بھی کہا[1] لیکن قرآن نے اسے اور بھی واضح فرمایا کہ انسان زمین پر خدا تعالےٰ کا خلیفہ ہو کر آیا ہے۔ چونکہ نائب میں مناب کا رنگ ہونا چاہیے اس لیے انسان نے اپنے اندر ظلاً خدا کے رنگ پیدا کرنے ہیں ہمارے نبی کریمؐ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے[2] کہ ہم اپنے اندر اخلاق الٰہیہ پیدا کریں جس قدر انبیاء آئے اُن کے اعمال مثال کے طور پر ہمارے سامنے آئے وہ خاص راہوں پر چل کر اُس مقام ربانی پر پہنچ گئے۔

ان امور کے حاصل کرنے کی راہیں تو بہت ہیں لیکن سب سے زیادہ اور کامل راہ اسلامی نماز ہے۔ نماز کی حقیقت سے دنیا آشنا نہیں رہی۔ وہ نماز کی مراد خدا کی تعریف یا اپنی حاجات کو بیان کر دینا سمجھے ہوئے ہے۔ اس کی شکل ظاہر تو بیشک یہی ہے اس لئے وہ عبادتگاہوں میں بلند سے بلند آوازیں گیت اور بھجن گاتے ہیں لیکن اگر اسی کا نام عبادت ہے تو وہ محض سریلی آواز سے اپنی ہی گوش نوازی کرتے ہیں۔ اصلی عبادت کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ علاوہ ازیں آپ خود ہی خیال کریں کہ ہم میں جو انسان اس بات کو پسند کرے کہ جب کبھی کوئی اُسکے سامنے جائے۔ اُسی کے گیت گائے۔ اُسی کی تعریف کرے۔ اُسے اچھے القاب اور عمدہ ناموں سے خطاب کرے۔ اور وہ سُن کر خوش ہو۔ تو ایسے انسان کو آپ کیا سمجھیں گے بس یہی کہ وہ خود پسند

---

[1] خلق آدم علیٰ صورتہ۔ یہ حدیث شریف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا [2] تخلقوا باخلاق اللہ ۱۲

تعریف پسند۔ خوشامد پسند ہے۔ یہ امور تو اچھی صفات نہیں۔ پھر تم اپنے خدا کو کیا سمجھتے ہو اگر وہ ان القاب و آداب کو تمہارے مُنہ سے کہلوانے کا نام عبادت قرار دیتا ہے
ہم مسلمان بھی چند اسماء حسنہ اپنی نمازیں دُہراتے ہیں لیکن اُس کی یہ غرض تو نہیں۔
ہم تو ان اسماء حسنہ کو زبان پر اور اپنے تصور میں اس لئے لاتے ہیں کہ ہم خود اُن اسما کے رنگ[۵۱] میں رنگین ہو جائیں اور اپنے اعمال کو ان اسما کے سانچے میں ڈھال لیں۔
ہمارے کل قول و فعل میں اُن اسماء مقدسہ کی جھلک ہو۔

تم اپنے دل کا مطالعہ کرو۔ دل کس طرح آن واحد میں اپنی کیفیات بدل[۵۲] لیتا ہے
نئے حالات اور نئی تحریکات کے پیش آنے پر دل کہاں کا کہاں چلا جاتا ہے۔
ایک نیک سے نیک آدمی ہر وقت اور ہر لمحہ بد تحریکات کا شکار ہو سکتا ہے۔
جب ہمارے دل کی یہ حالت ہے تو کیا ہم کو دن میں کئی کئی دفعہ اپنے دل کے مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ اور اپنے سامنے ہر وقت ایک اعلیٰ اخلاق کا معیار رکھنے کی ضرورت نہیں۔ تم میں کے اچھے آدمی بھی تو اپنے کاروبار کی جگہوں میں کوئی نہ کوئی نصیحت آمیز فقرہ بطور موٹو لگا چھوڑتے ہیں۔ اسلام نے اسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے ہمارے لئے پانچ نمازیں تجویز کر دیں۔ اسی لئے ہم نے اپنے ہفتہ کو اس طرح تقسیم نہیں کیا کہ چھ دن ہمارے اور ساتواں دن خدا[۵۳] کا ہمارا تو ہر لمحہ خدا کا ہے

---

[۵۱] صبغۃ اللہ [۵۲] حدیث میں ہے کہ انسان کا دل ایک چڑیا کی طرح ہے جو ہر لمحہ ایک شاخ چھوڑ کر دوسری شاخ پر جا بیٹھتی ہے [۵۳] جیسے عیسائیوں نے کر رکھا ہے۔

جو اُس کی منشاء کے مطابق خرچ ہونا چاہیئے ۔ اس لئے جب ہم بستر سے جدا ہوتے ہیں
تو ناشتہ سے پہلے نماز پڑھتے ہیں یعنی اُن صفات الٰہیہ کو زبان پر اور تصور میں لاتے[1]
ہیں جن کے ماتحت ہم نے اپنی زندگی کو چلانا ہے ۔ قرآن نے نماز کی غرض یہی بتلائی
ہے ۔ اس کے بعد ہم کاروبار میں لگ جاتے ہیں اور لنچ (دوپہر کا کھانا) کا وقت
آجاتا ہے دسترخوان کی طرف جانے سے پہلے پھر ہم نے وہی دل کی پڑتال کرنی
شروع کی اور دیکھا کہ کہاں تک یہ ہمارے چند گھنٹے اُن اسماء حسنہ کو عملی لباس دینے
میں گزرے ۔ پھر کاروبار شروع ہوا ۔ کہ سہ پہر ہوگئی چاء پینے سے پہلے پھر اسی طرح ہم نے
اپنے دل کا جائزہ لے لیا ۔ شام ہوگئی تو کھانے سے پہلے ویسا ہی کیا ۔ اسی طرح
سونے سے پہلے نماز ادا کر لی ۔ اگر نماز کی غرض یہ ہے تو یہ پانچ وقت موزوں سے
موزوں وقت امتحان دل اور خدا سے مدد مانگنے کے ہیں ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نمازیں
تو ضیع اوقات ہیں آخر تم بھی تو کھانے کے لئے کاروبار چھوڑ دیتے ہو ۔ کھانے کی
غرض بھی تو یہ ہے کہ کاروبار کے لئے جسم تازہ دم ہو جائے لیکن کیا جسم سے کہیں زیادہ
عقل ارادہ اور تخیل و رُوح کو صحیح راستہ پر چلانے کے لئے تازہ دم کرنے کی ضرورت
نہیں؟ اسکا بہترین طریق نماز ہے ۔ میں ساری اسلامی نماز کی حقیقت یہاں بیان نہ
کروں گا ۔ وقت اجازت نہیں دیتا میں صرف اُن چار اسماء حسنہ کا ذکر آپ[2] کے سامنے

---

[1] وقوموا للہ قٰنتین (سورہ البقرۃ آیت ۲۳۸) نماز کی غرض یہ ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار رہو ۱۲

[2] دیکھو حقیقت نماز و ترتیب صلوٰۃ مصنفہ خواجہ صاحب ۱۲

کرتا ہوں جن کا تصور ہمیں نماز میں کرنا ہوتا ہے یہ وہ چار ربانی قالب ہیں جن میں ہمارے اعمال نے ڈھلنا ہے یا یہ وہ چار موٹو ہیں جنہیں ہم نے ہر وقت آنکھ تلے رکھنا ہے۔ قرآن نے دراصل ننانوے نام اللہ تعالےٰ کے تجویز کئے ہیں یہ ننانوے نام کل کے کل صفات الٰہیہ پر حاوی نہیں ہو سکتے وہ ذات تو لا انتہا اور تصور و گمان سے بالا ہے[1]۔ یہ ننانوے صفات وہ ہیں جو ہمارے تعقل میں آسکتے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر یہ وہ ننانوے رنگ ہیں جن میں ہمیں رنگین ہونا ہے۔ ان ننانوے صفات کے اُم الصفات چار اسمار الٰہیہ ہیں یعنی وہ چار نام اُن ننانوے صفات پر حاوی ہیں۔ جو وہ چار نام ہم اپنی نماز میں دہراتے ہیں وہ یہ ہیں رب العالمین۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک یوم الدین[2] آپ خواہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں لیکن میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ نماز یا دعا میں آخر خدا کو کسی نام یا صفت سے تو مخاطب کرتے ہو اب ان ناموں سے خدا کو مخاطب کر کے دیکھ لو اور غرض یہ ہو کہ آپ کے اخلاق و افعال ان اسمار کے ظل تلے آئیں تو پھر دیکھو کہ دنیا کی ساری مشکلات حل ہو جاتی ہیں یا نہیں۔ یہ سارے کے سارے تنازعات جو اس وقت دنیا میں ہو رہے ہیں اس کی بنیاد تو دولت کی غلط تقسیم ہے جیسے میں نے کہا۔ اس کے بدنتائج اس طریق سے دور ہو سکتے ہیں یا نہیں +

رب العالمین۔ سب مخلوقات کا پیدا کرنے والا۔ اُن کی پرورش کرنے والا

---

[1] لا تدرکہ الابصار۔

[2] یہ سب کے سب معانی لغات میں موجود ہیں اور خود قرآن نے یہ معنی بتلائے ہیں +

اُن کی پرورش و تربیت کے سامان مہیا کرنے والا۔ ہر مخلوق کے اندر جوہر خاصہ رکھنے والا۔ اور اُن جوہروں کو مختلف منازل سے گزار کر اُنہیں کمال تک پہنچانے والا[1]۔ پھر ان باتوں کے لئے قانون مختلفہ تجویز کرنے والا۔ اور چیزوں کو قانون پر چلنے کی استعداد دینے والا۔ اور انہیں ان قوانین پر چلنے کی ہدایت دینے والا[2]۔ ہر ایک چیز کے لئے ایک قاعدہ اور انتظام بنانے والا اور کل مخلوق کو اس کا پابند کر دینے والا۔ وغیرہ وغیرہ اور پھر ان کے بخشنے میں کسی قوم و ملت۔ رنگ و زبان کا لحاظ نہ کرنے والا۔

عبادت سے مراد یہ تو نہ ہونا چاہیئے کہ ہم خدا کے سامنے سجود و رکوع کریں۔ یا اُس کے سامنے زانو ٹیک کر بیٹھ جائیں یا کھڑے ہو جائیں اور ان الفاظ کو دہرا دیا کریں حقیقی عبادت تو یہ ہے کہ ہم اُس رب العلمین کے قدم بقدم چلیں۔ جو وہ باتیں کرتا ہے ہم اپنی طاقت کے مطابق وہ ہی کریں ہم بھی دوسروں کی پرورش و تربیت کے

---

[1] لوگ مسئلہ ایولیوشن (مسئلہ ارتقا) کو اس صدی کا انکشاف سمجھتے ہیں اور اسی کے ساتھ اپنی کل ترقیات کو وابستہ کئے ہوئے ہیں اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز میں استعدادہائے مختلفہ ہوتی ہیں جو آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی جاتی ہیں کسی چیز کا کمال یہ ہے کہ اُس کی ساری استعدادیں بالغ ہو جائیں۔ کیا یہ ساری کی ساری حقیقت ایک لفظ رب میں نہیں آگئی اور پھر لفظ عالمین نے اسے اور بھی واضح کر دیا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب مفردات راغب میں رب کے یہی ایک معنی لکھے ہیں جس کی تصنیف کو کئی صدیاں گذر چکی ہیں۔ حالانکہ مسئلہ مذکور تو آج دریافت ہوا ہے [2] ربنا الذی اعطی کل شئ خلقہ ثم ھدی (سورہ طٰہٰ آیت ۴۹) ہمارا وہ رب ہے جس نے تمام چیزوں کو پیدا کر کے اُن کے لئے خاص شکل تجویز کی اور اسکے اندازہ مقرر کئے پھر اُسے اپنے منزل مقصود تک پہنچنے کی ہدایت دے دی خلق کے معنی یہ تینوں چیزیں از روئے لغت ہیں۔

سامان بہم پہنچائیں۔ ہم بھی لوگوں کی خداداد قوتوں کی آبیاری میں کوشش کریں ہم بھی قوانین اور حدود کی عزت کریں۔ ہم بھی اپنے معاملات میں انتظام اور باقاعدگی کی عادت اختیار کریں۔ اور ہر امر کو ایک ترتیب سے کریں۔ ہم بھی ان امور کے کرنے میں قوم و ملت کا لحاظ نہ کریں۔ آہ کس قدر دنیا اس خدا کی پرستش سے دور چلی گئی ہے میں دوسرے امور کو چھوڑ کر ایک امر کا ذکر کرتا ہوں۔ کیا ہم نے قومی تعصبات اور رنگ و مذہب کی تمیز کو چھوڑ دیا ہے نہیں چھوڑا آج ہر ایک قوم و سلطنت عموماً اس گناہ کی مرتکب ہے یہ لوگ دوسروں کو انسان تک نہیں سمجھتے۔ کمزوروں کی پرورش و تربیت و رکنا اُن کی تباہی کی فکریں لگے رہتے ہیں اور ہر روز کے نئے قوانین و عمل سے دوسروں کو کچلتے جاتے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی زمین تو سب کی ہے لیکن جو جس زمین پر قبضہ کر لیتا ہے دوسروں کو وہاں آنے نہیں دیتا۔ اور تو اور وہاں کے اصلی باشندوں تک کو روئے زمین سے مٹا دینا چاہتا ہے امریکہ اور آسٹریلیا کے اصلی باشندے کہاں گئے میں عیسائی دوستوں کو پوچھتا ہوں کہ تم جو صبح اور شام وہ پیاری دعا خدا کے حضور زانو ٹیک کر پڑھتے ہو جو مسیح نے سکھلائی اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ الفاظ تو بہت اچھے ہیں۔ "اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے۔ تیری سلطنت آئے۔ تیری مرضی جو آسمان پر ہے زمین پر ہو۔ اگر وہ آسمانی باپ ہی ہے تو پھر تو کل انسان ایک دوسرے کے بھائی ہو جاتے ہیں۔ کیا مسیح نے نہیں کہا کہ میرا اور تمہارا باپ ایک ہے پھر کیا یہ منافقت نہیں کہ ہر ایک انسان کے بنانے والے کو تو باپ پکارنا اور اُس کے

بیٹوں (انسان) کے ساتھ اخوت اور برادری کا سلوک نہ کرنا اُس کی سلطنت کو زمین پر آ جانے کو انسان ہی روک رہا ہے۔ کیا اُس کی آسمانی مرضی کو اس خاص معاملہ میں سمجھ لینا کوئی مشکل امر ہے اُس کا کل نسل انسانی کو ایک ہی قسم کا دل و دماغ اور دیگر اعضاء دینا اُس کا انسانی تربیت کے لیئے ایک ہی قسم کے سامان مہیا کرنا کیا اس سے اُس کی مرضی کا ظہور نہیں ہوتا کہ وہ سب کی پرورش و تربیت یکساں چاہتا ہے پھر اس پرورش عامہ کو کس نے روکا ہے۔ صرف ان بعض قوموں نے جن کے ہاتھ میں سلطنت آگئی ہے۔ یہ تو خدا کے خلیفے تھے لیکن وہ نہیں کرتے جو اُس کی مرضی ہے۔ اور پھر دعا کرتے ہیں کہ تیری مرضی جو آسمان پر ہے وہ زمین پر آوے۔ کیا آسمانی باپ صرف مغربی اقوام کا ہی باپ ہے۔ اگر ایسا ہے تو تم فارن مشن کیوں قایم کرتے ہو۔ اور لوگوں کو عیسائی کیوں بناتے ہو۔ اور بالفرض اگر وہ عیسائی اقوام کا ہے تو پھر جن کو تم نے عیسائی بنایا ہے اُن سے کیوں برابری کا سلوک نہیں کرتے مسیح نے تو خدا کو عام طور پر باپ پکارا لیکن اُس کی قوم نے اُسے کسی خاص کنبے کا ہی باپ سمجھا اس لئے قرآن نے خدا کو اب کی بجائے رب کہا اور رب بھی کل اقوام کا ٹھہرایا۔ تاکہ قومی تعصبات اور قومی جانبداری مٹ جاتے۔ ایک سچا مسلمان کل مخلوق الٰہی کو ایک نظر سے دیکھتا ہے اور یہی اُس خدا کی پرستش کے معنی ہیں جسے رب العالمین کہتے ہیں[1]

---

[1] مسلمان جہاں حکمراں ہوئے انہوں نے دوسری قوموں کو زندہ رہنے دیا۔ ترکوں کے ماتحت بلقانی قوموں (بقیہ صفحہ ۴۶)

رحمٰن۔ اللہ کا دوسرا نام رحمان ہے یعنی اُس رحمت والا جس کے فیض تلے چیزوں کی پیدائش سے پہلے وہ اُن کی تربیت کے سامان پیدا کرتا ہے یعنی اُس کا فضل کسی عمل کے عوض میں نہیں ہوتا بلکہ اُس کی رحمت خاصہ کے تقاضے پر ہو رہا ہے۔ اور اس فضل کے عطیہ میں سب لوگ اُس کی نگاہ میں یکساں ہیں۔ یہ زمین آسمان یہ کل کا کل ہمارا ماحول جس میں ہماری زیست کی چیز موجود ہے وہ تو ہماری پیدائش سے پہلے کی موجود ہے۔ اس لیے وہ تو ہمارے کسی عمل کے عوض میں نہیں ملی[1]۔ ہماری کسی ضرورت کے پیدا ہونے سے پہلے رحمٰن نے اُس کے دفعیہ کے اسباب پیدا کر رکھے ہیں۔ اور اپنے مقبوضات و ملک کو بلا استحقاق ہمارے حوالہ کر دیا ہے۔ اب اگر ہم اس خدائی بندگی کرتے ہیں تو ہم میں رنگ رحمانیت تھوڑا بہت ہونا چاہیئے ہم بھی جو کماتے ہیں اور وہ ہمارا ملک ہوتا ہے۔ اُس کا کچھ حصہ ہمیں بھی اُن کو وقف کر دینا چاہیئے جن کا کوئی حق ہم پر نہیں۔ ہم تو دوسروں کا حق مارتے ہیں چہ جائیکہ اپنی چیز اُن کے حوالہ کریں

(بقیہ صفحہ ۴۵) کا وجود اور ان کی تعداد کا ترکوں سے زیادہ ہونا اور ہند میں ہندوؤں کو شاری طاقت میں مسلمانوں پر فوق رکھنا ہی امر کی شہادت دیتا ہے۔ بادشاہ ہونا تو درکنار اس وقت ہندو بھائی ایک تھوڑی سی طاقت پا لینے پر اس فکر میں ہیں کہ مسلمانوں کو ہند سے نابود کر دیا جائے [1] اہل کفارہ اور اہل تناسخ اس پر غور کریں جو اللہ تعالیٰ کو رحمان مانے وہ کس طرح کفارہ و تناسخ پر ایمان لائے۔ کفارہ کی بنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بلا عوض نہیں ہو سکتا مسیح کو اُس نے اسی لئے صلیب دی کہ ہمارے گناہ پر اُس کی بخشش ایک عوض ہو جاتی ہے تناسخ کی بنا بھی یہی ہے کہ ہمیں جو سکھ ملتا ہے وہ گزشتہ جنم کے کسی عمل نیک کے عوض میں ہوتا ہے یہ سکھ جو کائنات کے وجود نے ہمیں عطا کئے۔ اُس کے اسباب تو ہماری پیدائش سے پہلے کے ہیں وہ کس عمل کا نتیجہ ہیں ۱۲

رحیم۔ اللہ تعالےٰ کا تیسرا نام رحیم ہے یعنی وہ شفیق اور مہربان خدا جو ہمارے عمل یا محنت کا عوضہ محنت کے مقابل کئی گنا زیادہ دیتا ہے۔ ہم ایک کام کریں لیکن اُس کا عوضہ دس گنا اور اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے ہم کھیت میں ایک دانہ ڈالتے ہیں۔ لیکن دس اور سو دانے کاٹتے ہیں۔ اب اگر ہم رحیم خدا کی عبادت کرتے ہیں تو ہمارا طریق عمل بھی ہمارے ماتحتوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیئے جو کچھ بھی اُن کا حق مزدوری ہو اُس پر ہماری طرف سے اضافہ ہونا چاہیے۔ لیکن ہمارا تو طریق ہی کچھ اور ہے ہم لوگوں سے ایک پونڈ کا کام لیتے ہیں اور اُس کے عوض میں اُنہیں ایک پنی دیتے ہیں۔ یہاں کے جرمن پادری اپنے اس طریق عمل پر غور کریں کہ وہ یہاں کے اصلی باشندوں سے کس قدر کام کراتے ہیں اور اُن کو عوضہ بھی کیا دیتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ انہوں نے ان لوگوں کو عیسائی بنایا ہے*

مالک یوم الدین۔ یہ خدا کا چوتھا نام ہے۔ اس صفت کے ساتھ ہمارے اعمال پر خدا کی جزا و سزا وابستہ ہے۔ نیک امر کا معاوضہ تو صفت رحیم میں آگیا اِس نام کا تعلق خصوصاً غلط کاری کی سزا کے متعلق ہے۔ یہاں لفظ مالک قرآن نے استعمال کر کے ایک عظیم الشان حقیقت پر روشنی ڈال دی یعنی اللہ تعالےٰ ہمارا مالک بھی ہے۔ اور جزا سزا دیتے ہیں۔ ایک جج کی طرح کسی قانون کی مجبوری تلے نہیں بلکہ سزا بھی دے تو وہ مالک ہے۔ ہاں وہ سزا دینے میں یہ لحاظ بھی کر لیتا ہے کہ ہم اُس کے مملوک ہیں*

کوئی مالک اپنی ملکیت کو ضائع ہوتے دیکھ نہیں سکتا۔ ہاں اپنی چیز کے کسی نقص کے دفع کرنے میں اگر وہ کسی نا ملایم طریق کو استعمال کرتا ہے تو تو بھی یہ خیال کر لیتا ہے کہ وہ چیز ضائع نہ ہو جائے۔ اُس کی غرض صرف اصلاح ہی ہوتی ہے۔ اب اصلاح اگر عفو اور درگزر سے ہو سکے تو اللہ تعالےٰ عفو کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ لیکن اگر عفو سے ہم اور غلط کاری میں پڑ جائیں اور ارتکاب بدی میں معافی بالعکس ہماری حوصلہ افزائی کرے تو پھر اُس کی طرف سے سزا آتی ہے لیکن ہر حالت میں اُسے ہماری اصلاح ہی مدنظر ہے وہ معافی سے ہو تو کیا اور سزا سے ہو تو کیا۔ یہ صفت خداوندی بھی کائنات میں ہر جگہ کام کرتی نظر آتی ہے۔ ہمارے مقابل بھی بعض لوگ غلطیاں کرتے ہیں اور جرم کرتے ہیں۔ ہمیں بھی سزا کے وقت یہ رنگ اختیار کرنا چاہئے۔ اگر معافی سے غلط کار کی اصلاح متصور ہو تو معافی کو سزا پر ترجیح دینی چاہئے اور اگر سزا دینی ہی ضروری ہو تو وہ بھی اصلاح کو سامنے رکھ کر نہ کسی کینے یا بدلے کی خاطر سزا دی جائے اور اسی قدر دی جائے جو ضروری ہو۔

الغرض عبادت کی غرض اصلی یہی ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہوں یہی حقیقی بپتسمہ ہے جیسے کہ قرآن کریم کہتا ہے[۵۱]۔ والا باقی تو صرف رسم پرستی ہے آج یہ بات یورپ کے علم الٰہیات میں ایک جھلک کے طور پر آنے لگی ہے کہ انسان کے اخلاق فاضلہ در اصل صفات الٰہیہ کا عکس نقشہ ہیں۔ لیکن اسلام نے کل کے کل اخلاق حسنہ کو صفات الٰہیہ سے ہی وابستہ کیا ہے۔

---

[۵۱] صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (سورہ البقرۃ آیت ۱۳۸)

بہرحال یہ ایک نظری امر ہے اور ممکن ہے کہ عامی نگاہ نماز کی اس حقیقت کی طرف نہ جائے اس لئے اسلام نے وعظ کے رنگ میں ان امور کی تلقین بھی تجویز کر دی ہے۔ تمہارے ہاں ایک دن سبت کا مقرر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں زمین و آسمان بنائے اور ساتویں دن آرام کیا اور اس آرام کی یاد میں عیسائی یہودی اصحاب سبت کو مناتے ہیں اور عبادت الٰہی بھی کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس بنا پر ہم جمعہ کے دن نہیں جمع ہوتے۔ ہمیں قرآن نے یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالےٰ پر تکان لازم نہیں آتا اور نہ وہ زمین آسمان بنا کر تھکا۔ جمعہ کے لفظی معنی روز جماعت ہے یعنی جس دن یکجائی جماعت ہو۔ اس دن ہمارے ہاں بھی ایک خطبہ ہوتا ہے۔ سارا خطبہ تو خطیب جو چاہے پڑھے لیکن اس کا خاتمہ جن الفاظ پر ہوتا ہے وہ قرآن کی ایک آیت[1] ہے جسے خطبہ میں قدیم ایام سے پڑھا گیا ہے اور اس وقت بھی کل اسلامی دنیا میں جمعہ کے دن اس آیت کی آواز ہر جگہ منبر سے آتی ہے اس آیت میں تین نیکیوں کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا جاتا ہے اور تین بدیوں سے انہیں روکا جاتا ہے اس آیت کے شروع میں یہ کہا جاتا ہے۔ اے انسانوں اللہ تعالےٰ تمہیں عدل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ تم اپنے معاملات میں نصفت شعاری سے کام لو جتنا تمہارا حق ہو اسی قدر لو اور جو دوسرے کا حق تم پر ہو وہ دوسرے کو دے دو۔ باقی جن دو نیکیوں کا ذکر یہ آیت

---

[1] ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (سورہ النحل آیت ۹۰) ترجمہ۔ اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور احسان کرنیکا اور قرابت والوں کو (مالی امداد) دینے کا اور بے حیائی کے کاموں سے اور ناشائستہ حرکتوں اور ... ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ تم کو ان باتوں کی نصیحت کرتا ہے۔

کرتی ہے اُن کو تو چھوڑ دو کاش دنیا اس حکم پر چلتی تو دنیا اُن ظالم حیوانوں سے پاک ہو جاتی جو اس کے چاروں کونوں میں انسان کے لباس میں پھر رہے ہیں۔ دنیا سلامتی سے بھرپور ہو جاتی اور اس پر فرشتے چلتے آسمانی بادشاہت کے آنے کے دن قریب ہو جاتے آج اگر ہم اس اصول پر چلیں تو پھر نہ عدالت کی ضرورت نہ وکالت کی حاجت نہ پولیس نہ گورنمنٹ کے مختلف عدالت خانے سب بیکار ہو جاتے۔ اب آپ اپنے چاروں طرف دیکھیں کہاں تک عدل ہو رہا ہے کہاں تک لوگوں کو اُن کے حقوق دیئے جاتے ہیں +

عدل کے بعد یہ آیت جس نیکی کا ذکر کرتی ہے وہ احسان ہے یعنی جب تم دوسروں کے حق اُن کو پہنچا دو۔ تو اس سے زیادہ احسان بھی کر دیا کرو یعنی اُن کے حق سے زیادہ اُنہیں دے دو۔ اُن سے مروت کرو جن کا تم پر کوئی حق نہیں۔ اُن کے فائدہ میں بھی تمہاری کمائی کا حصہ جائے جو تم سے کسی فائدہ اُٹھانے کے مستحق نہیں خلق عدل تو گویا عوضہ یا بدلہ پر ہوتا ہے لیکن احسان گو بلا بدل ہو اس میں بھی ایک قسم کا تکلف ہوتا ہے ہر ایک شخص طبعًا احسان کا احساس اپنے اندر نہیں دیکھتا۔ علاوہ ازیں جس پر وہ احسان کرتا ہے اُسے اپنا احسان یافتہ اور اُس کے مقابل اپنے آپ کو مستحق شکر و منت سمجھتا ہے لیکن ایک انسان خواہ کتنا ہی سخت دل کیوں نہ ہو اپنے قبیلے یا کنبہ کے لئے جو بھلائی کرتا ہے وہ طبعًا کرتا ہے اُس میں نہ کسی شکریہ کا خیال ہوتا ہے نہ عوضہ کا گمان طبعی جوش کے ساتھ انسان اپنی کمائی کو اپنے اہل و عیال کے لئے وقف کر دیتا ہے اپنی گاڑھی محنت

کا عہد بلا تامل وہ بچوں کے سپرد کرتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس جمعہ کے خطبے میں تلقین ہوتی ہے کہ عدل و احسان کے بعد یہ شعار بھی اختیار کرو کہ جو سلوک تم اپنے اہل و عیال سے کرتے ہو وہی سلوک تم کل انسانوں سے کرو یعنی جو عمر میں تم سے بڑا ہو اُس سے وہ سلوک کرو جو ماں باپ سے کرتے ہو۔ ہر ہمعمر انسان کو اپنا بھائی اور بہن سمجھو۔ اور ہر بچے کو اپنی اولاد تصور کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو اُن سے سلوک اس انداز پر کرو۔ گیا اُلٹ پھیر ہے۔ قرآن تو ہمیں ہر ضعیف العمر مرد عورت کے ساتھ اپنے والدین کی طرح سلوک کرنا سکھلاتا ہے۔ اور آج علی العموم انسان خصوصاً مغرب میں اپنے ماں باپ تک سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ بیٹا دولتمند اور مرفع الحال اور ماں باپ نان شبینہ سے محتاج یہ بات ہمیں یورپ میں ہی نظر آتی ہے۔

ان تین نیکیوں کے بعد مسلمانوں کو ہر جمعہ میں تین بدیوں سے روکا جاتا ہے پہلی بدی کا نام فحش ہے یعنی بُرے فعل اس کی تعریف کی حاجت نہیں جس امر کو کسی سوسائٹی یا ملت نے ایک فعل بد قرار دیا مسلمان کا فرض ہے کہ اُس سے بچے۔ ہر ایک مذموم امر کا نام فحش ہے۔ دوسری بدی کا نام قرآن نے مُنکر رکھا ہے۔ یہ لفظ بہت ہی جامع واقع ہوا ہے اس میں ہر ایک ایسا امر آجاتا ہے جس میں کسی کے کسی حق کا انکار ہو ہر مسلمان کو کوئی ایسا امر نہ کرنا چاہیے جس سے سب سے اول اُس کے اپنے نفس کے حقوق ہی زائل ہوں ہمارے نبی نے ہمیں یہ کہا ہے کہ تمہارے نفس کے حقوق بھی تم پر ہیں[1] ہمیں کوئی ایسا امر نہ کرنا

---

[1] و لنفسک علیک حق ۔ تیرے نفس کا بھی تم پر حق ہے ۱۲

چاہئے جس سے ہمارے مال ہماری جان ہماری شہرت ہمارے قویٰ کو نقصان پہنچے۔
ایک نادان خیال کرتا ہے کہ اگر میرے افعال بد کا اثر مجھ تک محدود رہتا ہے تو کسی کا
اس میں کیا دخل ہے جو چاہے میں کروں وہ نہیں سمجھتا کہ وہ سوسائٹی کا ممبر ہے خدا تعالےٰ
نے اسے مدنی بالطبع پیدا کیا ہے۔ اُس کے جو خداداد قویٰ ہیں وہ تو دوسروں کے فایدہ
کے لئے اُن کا امین ہے۔ اسلام نے اس امر کے سمجھانے کے لئے ہمیں انسانی قویٰ
کی طرف متوجہ کیا ہے علی العموم حیوانوں کو اپنے مایحتاج کے متعلق کل کا فکر نہیں ہوتا کل کا
فکر چھوڑ کر انہیں دوسرے وقت کی احتیاج کا ادراک تک نہیں ہوتا۔ وہ تو صرف
وقتی بھوک و پیاس کے دفعیہ کے لئے کوشش کرتے ہیں اور جب اُن کی کوئی اشتہا
تسکین پائے اُنکی جدوجہد ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے انہیں نہ آیندہ کے متعلق سوچنے کی
استعداد نہ اپنی وقتی ضرورت سے زیادہ پیدا کرنے کا خیال ہوتا ہے بالمقابل انسان کو دیکھ
لو۔ ایک انسان بعض حالات میں صرف ایک دن میں اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے
اور دوسروں کے لئے ساری عمر کی ضرورت کا دفعیہ پیدا کر سکتا ہے۔ یہ قابلیت اللہ
تعالیٰ نے ہمیں اس لئے تو نہیں دی کہ ہم نفس پروری میں لگ جائیں یہ قوتیں تو امانت
ہیں اور اس امانت کا کوئی اور اہل ہی نہیں ان کا نفع دوسروں کو پہنچنا چاہئے دیکھو
بعض بعض افراد کی ایجادوں نے کل کی کل دنیا کو کہاں تک فائدہ پہنچایا حالانکہ وہ
ایک دماغ سے نکلی ہیں۔ اس لئے اسلام نے سب سے اول خودکشی کو ایک گناہ کبیرہ گردانا
اس لئے کسی کا کوئی حق نہیں کہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جس سے اُس کے اپنے قویٰ

یا اُس کے نام و عزت کو نقصان پہنچے اس کے بعد ایک مسلمان کو اُن امور سے بھی بچنا چاہئے جس سے کسی دوسرے کی عزت یا مال وجان یا آسایش وامن میں خلل آئے پھر اس سے بڑھ کر ہمیں اُن امور سے بھی روکا گیا ہے کہ جس سے بحیثیت مجموعی ساری کی ساری سوسائٹی کی حق تلفی ہو۔ دراصل اسلام نے اس امر پر بہت زور دیا ہے کہ چلتی ہوئی سوسائٹی کے نظام میں سخت گیری کے ساتھ فرق نہ آنا چاہئے اگر اس میں غلطی یا نقص ہو تو اُس کی اصلاح بوجہ احسن ہونی چاہئے۔ نا ملایم راہوں سے سوسائٹی کے ڈھانچ کو توڑنا درست نہیں اس لئے قرآن نے جس تیسری بدی سے روکا ہے وہ بغاوت ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ نافذالوقت قانون کی عزت کرے اور کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے کوئی قانون ٹوٹے۔ ہاں اس سے یہ لازم بھی نہیں آتا کہ وہ انسانی قانون کو غلطیوں سے پاک کرنے کی کوشش نہ کرے۔ حکام وقت کوئی خدا نہیں نہ غلطیوں سے مصئون ہیں۔ آئے دن کی قانونی ترمیمات سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے قانون ناقص ہوتے ہیں اُن میں ظلم و تعدی ہوتا ہے اس لئے ایک طرف تو مسلمان پر قانون کی پابندی لازم کر دی گئی۔ دوسری طرف اس امر کو بھی اسلام نے جہاد اکبر ہی ٹھہرایا ہے کہ مسلمان حاکم وقت کو اُس کی غلطی سے اطلاع دے اور اُسے غلطی کی اصلاح پر مجبور کرے قانون ناجائز کی ترمیم و تنسیخ کے لئے جائز کوشش کرے لیکن جب تک وہ قانون قایم ہے اُس کی عزت کرے۔ ان بیان کردہ امور پر آپ غور کریں۔ اگر ہم ان باتوں کے پابند ہوں۔ اور یہ باتیں ایسی نہیں جو جاگتے ہوئے

ایک خواب ہیں کے خواب وخیال ہوں بلکہ وہ باتیں ہیں جو عمل میں آسکتی ہیں تو کوئی
نہیں کہ دنیا سے فساد ۔ بے امنی اور حق تلفی نہ مٹ جائے ۔ اور ہر ایک متنفس سکھ اور آرام
کو نہ پالے ۔ یہ اخلاق در اصل اخلاق ربانی ہے اور خداوند کی سلطنت میں جس کا نام جناب
مسیح نے آسمانی بادشاہت رکھا ان اخلاق کا ظہور ہورہا ہے جب اس طرح انسان بھی خدا
تعالےٰ کے قدم بقدم چلے گا ۔ تو آسمانی بادشاہت زمین پر آجائے گی اور خدا تعالےٰ کی
جو مرضی آسمان پر ہے وہ زمین پر قایم ہو جائے گی[له] ۔ اور یہ بھی ایک خاص وجہ ہے کہ یہیں
توحید کا سبق نہایت زور شور سے دیا گیا ہے یوں تو ہر ایک مذہب نے توحید کی تعلیم کی ۔
لیکن جس صفائی اور زور کے ساتھ قرآن نے توحید کو قایم کیا وہ کسی اور جگہ نظر
نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہر قول و فعل میں صرف ایک ہی ذات پاک ہمارا نمونہ ٹھہرے
توحید کے فوائد مختلفہ بیان کرنے کا یہ موقع نہیں صرف دو امور کا یہاں ذکر کرتا ہوں

[له] میں عنقریب ایک کتاب لکھنے کی فکر میں ہوں جسے میں ہندوستان آکر شروع کروں گا اُس کا نام آسمانی بادشاہت ہوگا ۔ اور یہ امر دکھلایا جائے گا کہ جس کے لئے جناب مسیح نے دعا کی اُس کا چارٹر قرآن کریم تھا ۔ یہ کتاب جید اُن قوانین کو لائی کہ جس کے کامل نفاذ پر زمین پر وہ بادشاہت قایم ہو سکتی تھی ۔ چنانچہ نبی کریم اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں وہ بادشاہت زمین پر آگئی ۔ لیکن کل کے کل انسانوں کا ان اخلاق ربانی پر آجانا ایک دن کا کام نہ تھا ۔ نبی کریم کا زمانہ گویا اس امر کو ثابت کرنے آیا تھا کہ اسلام کے احکام و نصائح قابل عمل ہیں اور انسان اُس پر چل کر اعلےٰ ترین نتائج حاصل کر سکتا ہے ۔ یہ کتاب گویا کل کی کل قرآن کا مقدمہ ہو گی جس کے ساتھ انگریزی ترجمہ قرآن مع ضروری تفسیری نوٹ کے لگا دیا جائے گا ۔

خواجہ کمال الدین

والے اپنا ایک ہونا ہمیں اس لئے تعلیم نہیں کیا کہ خدا حاسد ہے اور دوسروں کا خدا بنتا دیکھ نہیں سکتا۔ گو بعض مذاہب[1] ایسا ہی تعلیم کرتے ہیں۔ ہمارا خدا ان جذبات انسانی سے بالاتر ہے۔ تم غور تو کرو کہ ایک انسان اس روئے زمین پر ایک نقطہ سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے اور پھر خود یہ زمین کل کائنات میں ایک نقطہ سے بھی کم ہے۔ اب اگر کل انسان خدائی کا دعوے کریں یا کسی کے متبع اسکو ایسا سمجھ لیں تو خالق کائنات کی نگاہ میں اس کی کیا حقیقت ہے کہ اس میں جذبہ حسد بھڑک اٹھے انسان تو شرک ہو کر اپنا کچھ بگاڑ لیتا ہے والا خدا تعالےٰ نے تو خود اپنا رنگ اختیار کرنا ہمیں سکھلایا ہے ہمیں وہ ربانی رنگ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ پھر اگر کسی میں ربانی رنگ پیدا ہو جائے تو وہ کیوں ناراض ہو اس کی ناراضگی تو اس میں ہے کہ ہم دوسروں کو خدا بنا کر ان جیسا بننے سے رہ جاتے ہیں۔ ہمیں اسلام نے یہ تعلیم دی کہ انبیا علیہم السلام جو نبوت لائے وہ ایک امر وہبی ہے۔ وہ عطیہ الٰہی ہے۔ وہ ایک عہدہ ہے جو ہر ایک شخص کو نہیں مل سکتا لیکن نبوت کے علاوہ کوئی امر بھی کسی انسان میں ایسا نہیں جو کوئی اور حاصل نہ کر سکے لیکن جب ہم کسی صاحب کمال کو اپنا خدا تصور کر لیں تو اس کے کمال کا حصول تو درکنار ان امور میں اس کی برابری کا خیال تک بھی گناہ ہو جائے گا۔ اس طرح ایک مشرک اپنے پر کل ترقیات کا دروازہ بند کر لیتا ہے انسان کسی دوسرے میں کوئی خوبی دیکھ کر اپنے قویٰ کو اس خوبی کے حصول کے لئے حرکت میں لاتا ہے جب ہم نے صاحب خوبی کو

---

[1] کتاب خروج (توریت باب ۲۰)

خدا ہی قرار دیا تو اُس کے کمالات تو ہماری قوت حصول سے بالاتر ہو گئے۔ اسی لئے ہمارے مکرم نبیؐ نے ہمیں انا بشر مثلکم (میں تم جیسا ہوں) کا مژدہ دیا۔ مسیح علیہ السلام نے بھی یہی بات ایک اور رنگ میں تلقین کروی اُس کے شاگردوں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ یہ معجزات کیسے کر لیتے ہیں۔ آپ نے بجواب یہ تو نہیں کہا کہ میں خدا ہوں اور خدائی طاقت سے ایسا کرتا ہوں۔ آپ کی ذات ایسی تعلی سے اشرف و ارفع تھی آپ نے فرمایا۔ تم بھی ایسا ہی کر سکتے ہو۔ ہاں اس کے لئے نماز۔ روزہ اور پابندی شریعت لازمی ہے۔ کیا سچی بات آپ نے فرمائی اور یہ سبق سکھلایا کہ کمالات انسانی کے دروازے سب پر یکساں کھلے ہوئے ہیں۔ الغرض انسان کسی دوسرے انسان کو خدا بنا کر اپنے قوٰی اور اپنی استعدادوں کو تباہ کر لیتا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں ایک طرف اسلام نے توحید پر زور دیا دوسری طرف مساوات انسانی کی بھی تعلیم اُسی زور شور سے کی دراصل مساوات انسانی توحید باری کا ایک لازمی نتیجہ ہے +

مساوات انسانی کا عقیدہ بھی سب سے اول صاف اور بین طریق پر اسلام نے ہی تعلیم کیا اور کل مورخین عالم نے تسلیم بھی کیا ہے کہ جمہوریت کی پیدایش اسلام کے گھر میں ہوئی۔ میں یہاں جمہوریت کا وہ پہلو زیر بحث نہیں لاتا جس کو تعلق حکومت سے ہے میں پالیٹکس سے تعلق نہیں رکھتا میں صرف اس موضوع پر اسی قدر کہکر اسے چھوڑتا ہوں کہ حکومت کی جو تعریف خلیفہ ثانی جناب عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے گیارھویں سال بعد کی اُس حقیقت پر ابھی بہتر سے بہتر جمہوریت والے نہیں پہنچے۔

وہ فرماتے ہیں کہ وہ حکومت حکومت ہی نہیں جس میں ہر ایک محکوم کی آواز نہ سنی جائے
کہنے کو تو ہر ایک حکومت کو اس وقت ناز ہوگا کہ ہم ایسے ہی ہیں اور ایسا ہی کہتے ہیں جہاں حکام
کی اپنی قوم کا تعلق ہوتا ہے ایسا ہو بھی لیکن جہاں دوسری اقوام کی محکومیت کا تعلق آجاتا ہے
یہ سب کہنے کی باتیں بن جاتی ہیں عمل میں استبداد کا رنگ آجاتا ہے بہرحال جناب عمرؓ کے ان کلمات
مقدسہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ صرف ایک توحید کی حقیقت اصلیہ پر قایم ہونے
حقوق و مساوات انسانی کے متعلق آپ کے دل و دماغ کو کس مقام ارفع پر پہنچا دیا +

میں یہاں جمہوریت کا وہ پہلو لیتا ہوں جس نے آج مغربی دنیا میں ترقی کی اصل
لہر کو پیدا کر دیا ہے اور یہ سب کچھ اسلام کی طفیل ہے نسل انسانی کی انفرادی ترقی جو
اس وقت ہو رہی ہے وہ صرف ایک اصول پر ہے کہ جو ایک انسان کر سکتا ہے وہ
دوسرے بھی کر سکتے ہیں اس لئے ہر امر کے حصول کے لئے سب پر دروازہ یکساں
طور پر کھلا ہونا چاہیئے۔ دیکھو یہ ایک خیال افراد انسانی کو کہاں سے کہاں لے گیا۔
ادنے خاندان کے لوگ اس نیک اصول کے طفیل انگلستان کے عہدہ وزارت
عظمےٰ تک پہنچے مختلف قسم کے کمال اور ترقیاں انہیں ہاتھوں سے پیدا ہوئیں۔
جن کے ماں باپ ادنے حیثیت کے تھے۔ یہ سب کے سب کرشمے جمہوریت کے ہیں
اور جمہوریت نتیجہ توحید کا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم حکام نے علی العموم رنگ و قوم کی
بہت کم تمیز کی وہ جہاں گئے انہوں نے ایک نگاہ سے سب کو دیکھا ادنیٰ کو اعلےٰ
بنایا حبشی قوم جو زمانہ قدیم سے طوق غلامی میں آ پھنسی تھی اُسے بادشاہت تک پہنچا دیا

آج موجودہ دنیوی مصائب کا علاج اگر ہے تو صرف ایک توحید سے ہے یعنی ہم خدا کو عملی طور پر ایک مانیں اور وہ بات اس میں ہے کہ ہم سب کے ساتھ برابری کا سلوک کریں اور سب کے لئے ترقیات کے دروازے یکساں طور پر کھول دیں مسلمانوں نے اپنے وقت میں ایسا ہی کیا ہے۔ مساوات انسانی کے مسئلہ پر میں صرف اور دو باتوں کا کا برعایت اختصار ذکر کر کے اس سوال کو چھوڑتا ہوں +

غلاموں کی جماعت دنیا میں ایک قہر زدہ جماعت رہی۔ اسلام سے پہلے کسی نے اُن کی طرف توجہ نہ کی کسی نبی یا کسی خدا کے بیٹے تک نے اُن کی پرواہ نہ کی حالانکہ بقول خاتم النبیینؐ وہ بھی دنیا میں اُسی طرح سے آئے اور اُسی ساز و سامان کو لے کر آئے جس طرح اور انسان آتے ہیں۔ رحمۃ العالمینؐ کی ذات اُن کے لئے رحمت کا موجب ہوئی۔ آپ نے دنیا میں سب سے اول غلامی کو روکا۔ اسیران جنگ کے سوا آہستہ آہستہ ہر قسم کی غلامی کا سدباب کیا۔ اور ایسے غلاموں کے ساتھ اُس مروت و مساوات کے سلوک کا حکم فرمایا کہ مالک نے غلام کے آزاد کرنے میں اپنے لئے زیادہ آرام دیکھا لیکن مسئلہ مساوات انسانی سے جس طبقہ انسانی نے خاص فائدہ اُٹھایا وہ صنف نسواں ہے +

اس موضوع پر میں جو کچھ کہوں گا وہ عقیدہ کے رنگ میں نہ ہوگا بلکہ واقعات و تاریخ عالم اس پر شاہد ہے۔ آپ عورت کے موجودہ حقوق یا آزادی سے یہ غلطی نہ کھائیں کہ یہ باتیں اُسے یورپ میں مذہب نے یا وہاں کی تہذیب نے پہلے سے دے

رکھی ہیں یہ تو صنف لطیف نے اپنی جدوجہد کے سبب سے اب تھوڑی مدت سے حاصل کیا لیکن مرد نے تو اس پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اسلام کے ظہور سے پہلے عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ ایک گھر کی زینت انہیں معنوں میں سمجھی جاتی تھی جیسے اور بیجان چیزیں گھروں میں بطور زینت ہوتی ہیں جنہیں جہاں چاہا رکھ دیا جب چاہا پھینک دیا۔ اسلام سے پہلے عورت کے کوئی حقوق نہ تھے۔ بعض مذاہب نے تو اُسے خدا کے گھروں میں بھی آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ خصوصاً معبدوں کے اُس حصہ میں جو بہت ہی مقدس سمجھے گئے ہوں حتیٰ کہ آج سے کچھ مدت پہلے خود عیسائی گرجاؤں میں عشار ربانی کے وقت جب عورت مقدس روٹی کا کوئی ٹکڑا لینے جاتی تو اُسے اپنے ہاتھ کو رومال سے ڈھانکنا پڑتا تھا۔ مرد ایسا نہ کرتے تھے گویا مرد عورت سے پاکتر تھا۔ اسلام سے پہلے کسی شریعت یا قوانین سلطنت یا تہذیب و تمدن نے ان کو حقوق وراثت نہ دیے۔ سب سے زیادہ یورپین ایام وسطےٰ کی عیسائیت نے غریب عورت پر ظلم ڈھایا۔ کتاب پیدائش کے قصہ آدم و حوا[1] نے کہیں یہ بیان کیا کہ شیطان نے براہ راست آدم

---

[1] اب یہ قصہ بھی ایک کہانی ہو گیا۔ موجودہ کلیسہ کے بڑے بڑے بشپ اسے ایک داستان پارینہ ہی سمجھتے ہیں پانچ چھ سال ہوئے کہ ڈاکٹر بارنز بشپ برنگھم نے اس داستان کو کذب و افترا قرار دیا۔ ڈاکٹر گور سابق بشپ کیمبرج نے حال ہی میں اپنی ایک کتاب موسومہ "کیا اب بھی ہم ایمان لائیں" میں صاف لکھ دیا کہ آدم حوا کا قصہ کتاب پیدائش کوئی تاریخی بات نہیں۔ یہ لوگ شاید ان باتوں کے نتیجہ سے واقف نہیں اگر قصہ آدم ایک فرضی قصہ ہے تو کل مذہب عیسائیت خاک میں مل جاتا ہے کیونکہ الوہیت مسیح یا کفارہ یا "بشارت مسیح" کی بنا تو وہ گناہ ہے جو آدم نے کیا جب داستان آدم ہی غلط ہے تو پھر کس نے گناہ کیا اور کس نے وہ گناہ ورثہ میں پایا۔ جب گناہ ارثی ہی نہیں ہوا تو سزا کہاں اور حاجت کفارہ کہاں وھذا ابناء الفاسد علی الفاسد

سے گناہ نہیں کرایا بلکہ عورت کے ذریعہ کرایا۔ آدم کا مغوی شیطان نہ تھا بلکہ عورت
تھی۔ اور گناہ اول کی پاداش میں جو سزا دائمی کا فتویٰ نسل انسانی پر وارد ہوا اُس کا
دروازہ عورت نے کھولا۔ اسی لئے عورت ایام وسطیٰ میں حقارت و ذلت سے دیکھی گی
مسیحی کلیسہ نے تو اُسے اُس ذلت کے مقام پر پہنچایا کہ اُس کے نیچے اور مقام مجھے نظر
نہیں آتا۔ اہل کلیسہ نے کہا کہ عورت گناہ کا دروازہ ہے۔ شیطان کا ہتھیار ہے عورت
ایک بچھو ہے جو ہر دم کاٹنے کو طیار رہے۔ ازیں قبیل فقرات ہم سینٹ ٹرٹولین سے
سینٹ جیردم اور سینٹ آگسٹس وغیرہ کے کلام میں پاتے ہیں اور یہ لوگ کلام وسطےٰ
اعلےٰ ارکان کلیسہ تھے۔ ظہور اسلام سے صرف ایک ڈیڑھ صدی پہلے مقام میکون
پر ایک کانفرنس بیٹھی۔ مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ آیا عورت بہشت میں جا سکتی ہے یا نہیں
پادریوں کا زیادہ حصہ اسی رائے کا تھا کہ عورت بہشت میں داخل نہ ہو سکے گی اور
اس کی وجہ بھی وجہ بالا تھی جب پہلی دفعہ اُسی کی ذات کی طفیل بہشت سے اخراج
کا حکم ہوا تو پھر وہ کیسے بہشت میں جائے۔ بہر حال بڑی جدو جہد کے بعد یہ فیصلہ
ہوا کہ وہ بہشت میں تو جائے گی لیکن عورت کی شکل میں نہ جائے گی وہ اپنے
صنف کو کھو دے گی یعنی نہ مرد ہو گی نہ عورت ہو گی۔ اس سے نظر آتا ہے کہ یورپین
ایام وسطےٰ کی تھیالوجی عورت میں رُوح کے قایل نہ تھے عین اُس وقت جب مغربی
دنیا اس حقارت سے عورت کو دیکھ رہی تھی خدا کی رحمت جوش میں آئی۔ یا اور ایک ہی آیت[۱]

---

[۱] یاایہاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (سورہ نسا آیت ۱) انسانو! اُس اللہ سے ڈرو جس نے تم مرد عورت کو ایک جوہر سے پیدا کیا ۱۲

مقدسہ قرآنی نے عورت کو مرد کے ساتھ مساوات کا رتبہ دے دیا اسی حکم کی تشریح میں ہمارے نبیؐ نے فرمایا کہ عورت مرد ایک دوسرے کے توام ہیں۔ پھر قرآن نے کئی مقام پر کھول کھول کر بیان کیا کہ عورت مرد دونوں کے لیے بہشت[1] کے دروازے یکساں کھلے ہیں۔ عیسائی بزرگوں نے تو یہ کہا کہ ہر عورت شیطان کا آلہ ہے۔ اس لیے شیطان سے بچاؤ غیر متاہل رہنے میں سمجھا جاتا تھا لیکن قرآن نے منکوحہ بی بی کا نام محصنہ رکھا یعنی بی بی وہ حصن حصین یعنی قلعہ ہے کہ جس کی پناہ میں ہی مرد شیطان کے حملہ سے نجات پاتا ہے۔ عیسائی تھیالوجی نے تو عورت کو شیطان کا آلہ بنایا قرآن نے اُسے شیطان سے بچنے کا ذریعہ ٹھہرایا کلیسیہ نے تو اُسے بچھوا ور سانپ کہا جو ہر وقت مرد کے کاٹنے کو تیار رہے قرآن نے فرمایا کہ عورتیں تمہارا لباس[2] ہیں اور تم اُن کے لباس ہو۔ سانپ اور بچھو سے تو انسان کوسوں بھاگتا ہے۔ لیکن لباس سے قریب تر تو کوئی چیز بھی انسانوں سے نہیں۔ یہ ایک لطیف تشبیہ ہے جس سے مرد عورت میں من تو شدم تو من شدی کا رنگ نظر آتا ہے جس طرح لباس سردی گرمی سے انسانوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ان کے جسمانی عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اسی طرح مرد عورت کے اور عورت مرد کی عیوب پوشی اور گھر کی سردی گرمی کے مقابل ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں۔ عورت کے حقوق اسلام سے پہلے کچھ نہ تھے۔ ابھی پانچ چار سال سے قبل تک بروقت شادی پادری عورت سے چند اقرار لیتا تھا جن میں عورت

---

[1] پانچویں پارہ کا شروع [2] ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (سورہ البقرۃ آیت ۱۸۷)

خاوند کی ہر قسم کی اطاعت کا وعدہ کرتی تھی اور کامل انقیاد شوہر کا وجوب اپنے پر تسلیم کرتی تھی۔ ان اقرارات کو اب پارلیمنٹ نے منسوخ کردیا ہے ۱۹۱۸ء میں بمقام ایڈنبرا ایک مسلم کی عیسائی بی بی سے شادی ہوئی۔ اور اس وقت پارلیمنٹ نے مذکورہ بالا قانون پاس نہ کیا تھا ان میں تنازعہ یہ تھا کہ کس جگہ اور کس کے ہاتھ سے نکاح ہو خاوند نے مجھے لکھا میں نے بجواب لکھ دیا کہ نہ گرجا نہ مسجد بلکہ ہوٹل میں یہ رسم ادا ہو اور کوئی مضایقہ نہیں مجھ سے پہلے پادری صاحب نکاح پڑھ دیں۔ چنانچہ وہاں کے کیلی ڈونیا ہوٹل میں شادی ہوئی اور ایک پادری صاحب نے نکاح خوانی کی اور بی بی سے مذکورہ بالا اقرار لئے۔ جب میری باری آئی تو خطبہ نکاح کے بعد میں نے عورت کو مخاطب کرکے کہا کہ گھر کی خوشی تو مرد عورت کی ہم آہنگی سے ہی وابستہ ہے اور یہ ہم آہنگی اور ہنوز اسی پر منحصر ہے کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرے یہ اقرارات جو پادری صاحب نے لئے یہ اچھے ہیں البتہ خدا کے نہیں مرد کے تجویز کردہ ہیں۔ ہاں خدا کی کتاب یعنی قرآن حمید نے جو فرمایا ہے وہ میں تمہیں بتلاتا ہوں تم عیسائی تو ضرور ہو لیکن اپنے خاوند کے مقابل تمہیں ایک مسلم عورت کے حقوق حاصل ہیں۔ کیونکہ وہ مسلم ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ عورت کو مرد کے مقابل وہی حقوق حاصل ہیں جو مرد کو عورت کے مقابل حاصل ہو سکتے ہیں[۱]۔ اور یہ حقوق کسی ناجائز امر کے متعلق نہیں بلکہ انہیں باتوں میں جنہیں عرف اجازت دے۔ کسی مرد کا حق نہیں کہ وہ عورت کو کسی ایسی ذمہ داری تلے لادے جو اول تو عرف

---

[۱] ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف (سورہ البقرۃ۔ آیت ۲۲۸) ترجمہ! اور جیسے مردوں کا حق عورتوں پر ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق مردوں پر۔

کے خلاف ہو اور دوسرا عورت کے مقابل وہ خود اسی قسم کی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے طیار نہ ہو کبھی مرد کی بات مان لو کبھی وہ تمہاری مان لے۔ اسلامی اطاعت و انقیاد یکطرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ ہے۔

ہمارے نبی کریم نے جو عورت کی عزت کی اُس کی نظیر کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں بہتر سے بہتر چیزیں ہیں لیکن مرد کا بہترین خزانہ عورت ہے پالوس نے تو کہا کہ عورت تو خاموش بیٹھ مجھ میں تیرے لئے برداشت نہیں اور اگر پالوس نے ایسا کہا تو اُس نے توریت مروجہ کی تعلیم پر کہا۔ کیونکہ کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ عورت کا دل مرد کے پیچھے ہوگا اور وہ اُس پر حکومت کرے گا لیکن صنف نسواں کے سچے خیرخواہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہاری گھروں میں عورتیں تمہاری بادشاہ ہیں پھر فرمایا کہ عورتوں کے حقوق کی عزت کرو وہ تمہاری مائیں خالائیں پھوپھیاں اور بہنیں ہیں سب سے بڑھ کر مرد کی خوش خلقی کا معیار عورت کے سلوک کو ٹھہرایا۔ گھر سے باہر نکل کر تو ہم خوش اخلاقی بھی برت لیتے ہیں اور یہ اس لئے نہیں کہ ہم بذاتہ خوش اخلاق ہوتے ہیں بلکہ ہم کو سوسائٹی ایسے ہونے پر مجبور کرتی ہے ہم دوسروں کے ساتھ بدمزاجی کر ہی نہیں سکتے اگر ہم ایک کہیں تو دوسرا ہم کو دس سنا سکتا ہے۔ دوسروں کا مقابلہ ہمیں لگام دے دیتا ہے لیکن جب ہم نے گھر میں قدم رکھا تو نزلہ برعضو ضعیف میریزد۔ ہم خالی از لگام ہو جاتے ہیں۔ وہاں ہمیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ہمارے اصلی جوہر ظاہر ہو جاتے ہیں اس لئے خوش اخلاقی کا مقام اصلی تو گھر ہے

چنانچہ۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ خیر کم خیر کم لاھلہٗ۔ تم میں سے بہتر وہی انسان ہے جو اپنے گھر میں اور بی بی سے سلوک میں بہتری برتتے ہیں میں نے ابھی کہا کہ قبل اسلام کسی مذہب کسی ملت و تمدن یا کسی شریعت و قانون نے عورت کے حقوق ورثہ تسلیم نہیں کئے آج بھی قریب قریب یہی حال ہے۔ جناب مسیح کی تو کوئی اپنی شریعت نہ تھی وہ تو شریعت موسوی کی پابند تھے وہاں بھی قریب قریب یہی حال تھا۔ ہندو یونانی۔ رومی یا موجودہ انگریزی قانون نے بھی اس امر میں عورت کے حقوق تسلیم نہیں کئے۔ ہاں نصف صدی سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا ہے کہ ایک نئے قانون کے ذریعہ (Property Act) جائداد خاندانی کے معاملہ میں لڑکی کو بھی کچھ ملنے لگا ہے لیکن وہ بھی وصیت تلے۔ پھر اور ظلم یہ ہے کہ جو کچھ بھی عورت کو ورثہ میں یا کسی اور طریق پر ملے۔ یا اُس کا خود پیدا کردہ ہو شادی کے بعد وہ سب کی سب جائداد مشترکہ ہو جاتی ہے اس میں برابر کا حصہ دار اُس کا خاوند ہو جاتا ہے اور حصہ دار بھی زبردست حصہ دار جس میں عورت ایک بیکس اور بے وسیلہ شریک جائداد ہو جاتی ہے وہ خاوند کی منشا کے بغیر کچھ کر سکتی ہی نہیں۔ اس کی ایک ادنےٰ مثال یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بی بی اپنا کچھ روپیہ کسی بنک میں جمع کرا دے۔ جب وہ روپیہ نکالنا چاہے گی تو اُس کے چک کی عزت نہ ہوگی جب تک اُس پر خاوند کے دستخط نہ ہوں گے۔ ان سب باتوں کے مقابل اسلام نے اس امر میں جو عورت کو حق دیئے ہیں وہ بھی سُن لو۔ کسی گھر میں عورت کی چار ہی حیثیتیں ہیں۔ والدہ۔ بہن۔ بی بی۔ بیٹی ان چاروں حیثیتوں میں اسلام نے اُسے ورثہ دیا ہے۔

پھر اُس کی ہر ایک چیز ہیں جو اُس کی ذاتی یا کسو بہ ہو اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اسلامی
قانونی نگاہ میں عورت ایک آزاد اور خود مختار ہستی ہے وہ جو چاہے اپنی جائداد کے ساتھ
کرے وصیت۔ ہبہ۔ انتقال۔ ہر ایک امر کا اُسے حق حاصل ہے اُس کے چیک پر
اس کے خاوند کے دستخط کی ضرورت نہیں۔ پیاری بہنو (حاضرینِ جلسہ) تم خود ہی غور
کرو کہ اسلام سے پہلے تمہارے حقوق کیا تھے اور اسلام نے آکر تم پر کس قدر فضل
کیا۔ یاد رکھو محمد صلعم ہی کل دنیا میں ایک ایسا نبی اور ریفارمر گزرا ہے جو تمہاری ذات
کے لئے رحمت ہی رحمت ہو کر آیا اُس کا لقب تو رحمۃ للعالمین ہے لیکن وہ عورت
کے لئے خاصکر رحمت ہو کر آیا ہے[۱]۔

---

[۱] حسب دستور مذہب لکچر کے بعد ہر جگہ مختلف سوالات ہوئے اور شافی جواب دیئے گئے جن کا یہاں دُہرانا موجب طوالت ہے
لیکن ایک سوال عموماً ہر جگہ ہوا وہ کثیر الازدواجی کے متعلق تھا۔ جواب کا خلاصہ میں ذیل میں دے دیتا ہوں۔
یہ تو ہمارے معترضین کی نیک نیتی ہے ہمیں کثیر الازدواجی کے الزام تلے رکھا ہوا ہے ورنہ اسلام نے ہمیں کثیر الازدواجی
فرض نہیں کی ہے ایک رخصت کے طور پر ہے جو خاص حالات کے پیدا ہو جانے پر کام میں آتی ہے۔ اور در اصل قرآن نے کثیر الازدواجی
حالات خاصہ میں عورت کی عزت شرافت اور حفاظت کے لئے تجویز کیا ہے۔ واقعات عالم بعض وقت ایسے حالات پیدا
کر دیتے ہیں جن میں عورتوں کی تعداد مرد سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس جنگ عظیم کے بعد جو یورپ کی حالت ہو گئی وہ ہی دیکھ لیجئے
اس وقت یورپ میں کہیں چار گنا اور کہیں پانچ گنا عورت کی تعداد ہے۔ اسلام نے صنفی اخلاق پر بہت زور دیا اور اس کی حفاظت اور
پاکیزگی کے لئے یہ پسند نہیں کیا کہ کسی مرد کی چھت تلے ایسی عورت رہے جو اُس کی نہ تو بی بی ہو نہ محرمات ابدیہ میں سے ہو۔ یہ امر اخلاق
کے بگاڑنے کا موجب ہوتا ہے جس کی تشریح و ثبوت کی ضرورت نہیں یہ بدیہی امر ہے اب اگر مرد عورت کی پیدائش اور ان کے جذبات (دیکھو صفحہ ۹۶)

اب میں صرف ایک بات اور کہوں گا جس کا تعلق بھی توحید سے ہی ہے

(بقیہ صفحہ ٦٥) فطرت نے ہر ایک کو زوجیت کا فطری حق دے رکھا ہے اور اس حق کی اگر عزت نہ کی جائے تو ساری کی ساری سوسائٹی کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں تو پھر آپ خود ہی غور کریں کہ ان حالات کے پیدا ہونے پر اغراض زوجیت کے لئے مرد عورت کو کس اصول پر تقسیم کریں۔ ہر ایک مرد یا بی بی تو بلا زوجیت نہیں رہ سکتی۔ غیر متاہل زندگی تو خلاف فطری زندگی ہے آج یورپ میں کیا ہو رہا ہے میں یہاں کے حالات سے تو نا واقف ہوں لیکن یورپ میں عورتوں کی اس کثرت نے کیا نتائج بد پیدا کر رکھے ہیں مزید برآں ہر عورت تو اپنی روزی کمانے کے قابل نہیں یہ تو آج کل کا تمدن ہے جس کا ظہور پچاس ایک سال سے ہوا جو عورتوں کو روزی کمانے کے میدان میں لے آیا۔ اس سے پہلے تو عورت کی روزی کا کفیل مرد ہی تھا۔ در اصل عورت روزی کمانے کے لئے بنائی نہیں گئی اسے بعض فطری کمزوریاں ہر وقت لاحق ہو جاتی ہیں جس سے وہ گھر سے باہر جانے کے قابل ہی نہیں رہتی عورت گھر کا انتظام کرے اور مرد روزی کمائے۔ اور جو حالات آج لڑائی نے پیدا کر دیئے وہ تو دنیا میں کئی دفعہ پیدا ہوئے۔ پھر ان حالات کے ماتحت اُن عورتوں کا کیا حشر ہوتا ہوگا جو کسی کی بی بی نہ ہو یا جس کا کوئی قریبی رشتہ دار مرد کفیل روزی نہ ہو انہیں مشکلات کے حل کے لئے کثیر الازدواجی کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ یہ حکم بھی اُس وقت آیا جب جنگ بدر اور جنگ اُحد نے بہت سی خواتین کو مدینہ میں بے سر کر دیا اور وہ محتاج ہو گئیں۔ خود جہاں قرآن میں ان احکامات کا ذکر ہے اُس کے آگے پیچھے جنگ اور قوانین جنگ کا ذکر ہے[1]۔ ان جنگوں نے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو لاوارث کر دیا۔ ان یتیم بچوں میں جوان لڑکیاں بھی تھیں۔ بعض بیوہوں کے ہاں بچے بھی تھے اُن بچوں کا کفیل کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ قرآن نے جنگ کے احکام دیتے ہوئے اور یتیم کی حفاظت و کفل کا ذکر کرتے ہوئے کثیر الازدواجی کی اجازت دے دی۔ علاوہ ازیں چند حالات خاصہ بھی ہیں جہاں کثیر الازدواجی ہی ایک بہترین علاج ہے (بقیہ صفحہ ٦٧)

[1] سورہ بنی اسرائیل کا خاتمہ اور سورہ نسا ١٢

وہ یہ ہے کہ یہی اسلامی توحید دنیا میں علوم جدیدہ کو لائی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے

(بقیہ صفحہ ۶۶) کثیرالازدواجی ہمیش سے تھی دنیا میں کرانے کے لئے نسلیں آئی اسلام سے پہلے بھی ہر مذہب
و ملت میں یہ طریق تھا لیکن کسی مذہب نے نہ اسے روکا نہ ایسے قیود و ضوابط لگا رکھا جس سے لوگ جہاں تک ممکن ہو
کثیرالازدواجی سے بچیں اور بحالت خاصہ میں بھی اس کی طرف رجوع کریں۔ اور وہ بھی مجبوراً یہ مسئلہ تو ایک اقتصادی مسئلہ
ہے اسلام نے تو اسے تنگ سے تنگ تر دیدیں جبکہ ایک مسلم کے لئے کثیرالازدواجی از قبیل محالات کر دی ہے
لیکن ہندو اور یہودی قانون نے تو کھلے بندوں اس کی اجازت دی کیوں جناب مسیح نے اسے نہ روکا جب
یہ رواج خود ان کی قوم اُن کے قبیلے اور اُن کے گھر میں موجود تھا اور مذاہب قدیمہ کے عظیم الشان انسان
اس کے پابند رہے۔ اسلام نے ہی آکر اس کی حد بندی کی اس کے قواعد مرتب کئے تعداد ازدواج میں بہت کمی کی بہتر
سلوک زوجہ کے متعلق اس قدر سخت سے سخت پابندیاں لگا دیں کہ انسان ایک بی بی پر قانع ہونے کو مجبور ہو جاتا ہے
آج بھی اسلامی ممالک میں شاید دس ہزار پر ایک مسلم کثیرالازدواج نظر آئے تو آئے بالمقابل مغرب کا حال دیکھئے
اگر عورت مرد کے اکٹھے ہو جانے کا نام اپنی غرض و غایت میں شادی ہے تو مغرب میں تو چاروں طرف کثیرالازدواجی
نظر آتی ہے بہرحال زمانہ نے ایک نرالی صورت اس وقت پیدا کر دی ہے چاروں طرف یورپ میں عورتیں ہی
عورتیں نظر آتی ہیں صنفی اخلاق پر سخت دھبہ آرہا ہے پاکیزگی اور طہارت مٹتی جاتی ہے اس وقت یہ ایک بھاری
مسئلہ مغرب کے سامنے آگیا ہے مجھے تو اس کا حل کثیرالازدواجی کے سوا اور بات میں نظر ہی نہیں آتا۔ اگر اس وقت
مشرق و مغرب کا ان حالات کے رو سے مقابلہ کیا جائے تو ایشیا میں کثیرالازدواجی اگر بند بھی کی جائے تو مضائقہ
نہیں اور نہ یہ قرآن کے خلاف ہوگا کیونکہ قرآن نے کثیرالازدواجی فرض تو نہیں کر دی ایک اجازت ہے اس اجازت
کی اگر ضرورت نہیں تو صحیح اجتہاد اس اجازت کو کچھ عرصہ کے لئے روک سکتا ہے جیسے کہ ترکوں نے کیا (بقیہ صفحہ ۶۸)

پہلے آپ یہ دیکھیں کہ اسلام سے پہلے علوم جدیدہ کہیں بھی نظر نہ آتے تھے اگر کچھ تھے تو علوم نظریہ تھے علم النفس والقویٰ کے جھگڑے تھے روحانیات یا روحانی شغلوں کا کچھ لکھا پڑھا جاتا تھا لیکن جن علوم کا نام آج علوم جدیدہ رکھا گیا ہے ان سے شاذ و نادر لوگ واقف تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ شرک نے اُن تمام چیزوں کو انسانی خدا بنا رکھا تھا جن سے خدمت لینا علوم جدیدہ سے وابستہ ہے۔ علوم جدیدہ اُن راہوں کی دریافت کا نام ہے جن سے کائنات کی چیزیں انسان کی خادم بنتی ہیں۔ مثلاً پانی۔ ہوا۔ آگ یا دیگر اشیا کائنات ان چیزوں کے حقایق اور ان کے خواص سے واقف ہونا اور پھر اُن کے اُن اندازوں اور قوانین کو سمجھنا کہ جن سے یہ خواص ہمارے کام میں آسکیں انہیں باتوں کا نام علوم جدیدہ ہے قبل از اسلام شرک بڑھتا بڑھتا یہاں تک پہنچ گیا کہ ہر ایک چیز خدا بن گئی۔ ایک انڈے کے چھلکے سے چل کر انسان تک کل کی کل چیزیں معبود ہو گئیں۔ سورج۔ ستارے بادل۔ پانی۔ ہوا۔ خاک یا عناصر کے مختلف ہیوے پتھر۔ درخت۔ دریا۔ غرض ہر ایک چیز جو بو العجبی کو تحرک دے سکے یا جس سے کوئی فائدہ یا نقصان وابستہ ہو وہ سب کے سب معبود ٹھہرائے گئے۔ آج بھی بعض ہندو۔ درختوں اور دریاؤں کو پوجتے

(بقیہ صفحہ ۶۷) بالمقابل مغرب میں تو حکماً اور قانوناً اس قانون کے نافذ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ سیہ کاری کا خاتمہ ہو اور خلیع الرسن عورتیں اپنے ٹھکانے بیٹھیں اور اس معصوم جماعت کی عزت اور اُن کے حقوق کی حفاظت ہو جو ناجائز تعلقات کے ماتحت مغرب میں سیکڑوں اور ہزاروں میں پیدا ہو رہے ہیں۔ منہ

ہاں میں نے ابھی کہا ہے کہ علوم جدیدہ کی غرض و غایت تو انہیں چیزوں کو اپنا خادم بنانا تھا لیکن اُس شرک کے زمانہ میں یہ کون کرتا۔ یہ تو پہلے درجے کی لامذہبی اور خداؤں کی گستاخی اور بے ادبی ہوتی اگر انسان اپنے خداؤں کو اپنا خادم بنانا خیالات بالا میں تو ایسا خیال و وہم کرنا بھی گناہ کبیرہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ یہ علوم قبل از اسلام ظہور میں نہ آسکے معلم توحید حقیقی یعنی جب اسلام آیا تو اس نے آتے ہی ان سب انسانوں کے بنائے ہوئے خداؤں کو تخت الوہیت سے اُتار دیا۔ نہ صرف ان سے لباس خدائی چھینا گیا۔ بلکہ یہ اعلان قرآنی ہوا کہ یہ تمہارے خدا تو رب تعالٰی نے تمہاری خدمت اور غلامی کے لیئے پیدا کیئے ہوئے ہیں یہ جو کچھ زمین و آسمان میں تم کو نظر آتا ہے یہ ہم نے (خدا برتر نے) تمہارے حوائج کے دفعیہ کے لیئے تمہارے لیئے مسخر کر رکھے ہیں[1] پھر قرآن نے اُن سب چیزوں کو گن گن کر بتلایا کہ وہ تمہاری تسخیر کے لیئے بنائے گئے ہیں پھر اس امر کو اور واضح کرنے کے لیئے بتلایا کہ دنیا جہان کی کوئی بھی چیز نہیں جو تمہارے مطلب و مصرف کی نہ ہو[2] ان سب میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے پھر ہمیں علوم کی طرف رغبت دلائی بلکہ انسانی ترقی کو ان علوم کی دریافت سے جو اُس وقت معلوم نہ تھے وابستہ کر دیا۔[3] اسی کے متعلق نبی کریمؐ کی ایک دعا بھی ماثور ہے

---

[1] وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیئے ہم نے مسخر کر دیا ہے (سورہ الجاثیۃ آیت ۱۳)

[2] ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ جو کچھ زمین و آسمان ہے وہ خدا نے بے مطلب پیدا نہیں کیا (سورہ آل عمران آیت ۱۹۰)

[3] پہلی وحی جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر نازل ہوئے اس میں انسان کو عظمت و کرامت دینے کی تمہید (بقیہ صفحہ)

کہ "اے خدا مجھے حقایق اشیا کا علم دے" ان قرآنی انکشافات پر مسلمانانِ اولین نے غور کیا۔ انہوں نے حقایق اشیا کا علم حاصل کرنا اپنا فرض سمجھا۔ کیونکہ نبی مکرّم کی دعا اس طرف اشارہ کرتی تھی۔ اس راز کے انکشاف پر کہ زمینی آسمانی کوئی چیز بھی بیکار نہیں وہ ان چیزوں کو باکار بنانے کی فکر میں لگ گئے۔ قرآن نے اُن کو اطلاع دی کہ کائنات کی چیزیں اُن کی خدا نہیں بلکہ اُن کی غلام ہیں۔ وہ یہ بشارت پا کر وہ اُن راہوں کی دریافت میں لگ گئے کہ جن سے پچھلے زمانہ کے خدا اُن کے خادم بن جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک صدی کے اندر یہ علوم پیدا ہو گئے۔ جیسے کہ میں نے اوپر بیان کیا۔ موجودہ علوم اور اُن کی ترقی دراصل انہیں اسلامی اکتشافات کی اجرا و افزایش ہے لیکن اب بھی سائنس اُس کمال تک نہیں پہنچی جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا۔ قرآن تو کہتا ہے کہ چاند سورج تمہارے غلام ہیں سائنس نے ابھی اُن علوم کو دریافت کرنا ہے جن سے یہ نیّر اعظم اپنی حرارت و قوت کے ساتھ ہماری ایک لونڈی بن جائے ہم اس کی گردن میں ہل ڈالیں اور تمام بیلوں اور مشینوں کو چھوڑ کر ہزارہا بنجر ایکڑوں کو زراعت

(بقیہ صفحہ ۶۹) ارشاد ہوا یعنی نبوت محمدؐ کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان پستی سے نکلے اور مکرم ہو جائے کیونکہ جو پیدا کرنے والا اور تربیت دینے والا ہے وہ رب اکرم ہے اور اب وہ انسان کو اکرم کرے گا۔ پھر یہ بھی بتلایا کہ انسان کو یہ مکرمت لکھنے پڑھنے سے (الذی علم بالقلم) اور اُن علوم کے جاننے سے ہوگی۔ جو آج تک زمانہ کو معلوم نہ تھے (علم الانسان ما لم یعلم) یعنی علوم جدیدہ +

تلے لے آئیں۔

خاتمہ پر میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں کیا ہمارا موجودہ تمدن اور مغرب کی تہذیب دو باتوں سے وابستہ نہیں۔ ایک جمہوریت یعنی انسان کو انسان کے برابر تسلیم کر لینا۔ اور دوسرا علوم جدیدہ کا انکشاف۔ اور یہ دونوں باتیں اسلام کی طفیل دنیا میں آئیں۔ اور یہ کال اسلامی توحید کا ثمرہ ہے جیسے میں نے آپ کو دکھلایا۔ جاؤ ہر مذہب کی تاریخ دیکھ لو۔ اور اُس کے ساتھ اسلام سے پہلے ہر ہادی ہر مرسل اور ہر ریفارمر کی تاریخ بھی دیکھ لو۔ تم ان سب میں صرف اسلام کو ہی پاؤ گے جس کے آنے پر اس دنیا نے پلٹا کھایا۔ مغرب یا مسیحی قوم کی ترقی تو جدید ترقی ہے۔ میں اسی بحث میں اس وقت نہیں پڑتا کہ اس ترقی جدید کا ماخذ کیا ہے۔ لیکن یہ تو مسلم امر ہے کہ عیسائیت کے پیدا ہونے کے صدیوں بعد یہ تہذیب و تمدن پیدا ہوئے یہی حال اسرائیلی ترقی کا ہے۔ جناب موسیٰؑ سے بہت بعد حضرت سلیمانؑ داؤدؑ پیدا ہوئے وید کے نزول پر بھی ترقی ہمیں آناً فاناً نظر نہیں آتی۔ بدھ کے تین سو برس بعد اشوک کی شان و شوکت نظر آتی ہے یہی حال زرتشتی مذہب کا ہے صرف اسلام ہی ان معنوں میں ایک کامیاب سے کامیاب مذہب نظر آتا ہے اور اس امر کو مورخین نے تسلیم کر لیا ہے۔ اسلام کسی قوم سے وابستہ نہیں اس کے معنی خدا کے احکام پر چلنا ہے۔ تم بھی اگر احکام الٰہیہ پر چلو تو مسلم ہو اور جہاں تک اب بھی چلتے ہو اُسی حد تک مسلم ہو ہم مسلمان

جب تک اُن احکام پر چلے تہذیب و تمدن کے مالک تھے۔ جب کامیابی سے ہمیں اندھا اور سست کر دیا۔ دوسری طرف ہمسایوں کے اقتصادی دباؤ نے ہمیں آکچلا۔ اور اس بیجا دباؤ کی مدافعت کے جو راستے قرآن نے بتلائے اُن پر ہم نے توجہ تک نہ کی۔ پھر تو ہم بھی اپنی قدیمی شوکت کو کھو بیٹھے ؂

الختم بالخیر

باہتمام ملک دین محمد مالک دین محمدی پریس لاہور بیرون اکبری گیٹ